حاجز البحرین
الواقی عن جمع الصلاتین

دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا،
دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت، مجددِ دین و ملت،
امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بریلوی

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ

۱۳ ھ ۱۳

حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین

دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶) از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلاۃ علی المؤمنین کتبا موقوتا، وامرھم ان یحافظوا علیھا فیحفظوھا ارکانا وشروطا ووقوتا، مرج البحرین یلتقیٰن، بینھما برزخ لا یبغیٰن، وافضل الصلوات، واکمل التحیات علی من عین الاوقات وبین العلامات، وحرم علی امتہ اضاعۃ الصلوات، وعلی اٰلہ الکرام، وصحبہ العظام، ومجتھدی شرعہ الغر الفخام، لاسیما

الامام الاقدم، والهمام الاعظم، امام الائمة، مالك الازمة، کاشف الغمة، سراج الامة، نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا، ناشر علم الدین الحنیفی نشرا جلیا، نصر اللّٰہ اتباعہ ورضی اتباعہ متبوعا تابعیا، وعلینا معھم، یا ارحم الراحمین، الی یوم الدین۔

اللّٰہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین عرفہ و عشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحاح سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرائے بالوحی والکتاب امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ و حضرت سیدنا عبد اللّٰہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابۃ البررۃ و حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبد اللّٰہ بن عمر فاروق و حضرت سیدتنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق **اعاظم صحابۂ کرام** و خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبد العزیز و امام سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر و امام علقمہ بن قیس و امام اسود بن یزید نخعی و امام حسن بصری و امام ابن سیرین و امام ابراہیم نخعی و امام مکحول شامی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اجل ابوحنیفہ اجلۂ ائمہ **تابعین** و امام سفیان ثوری و امام لیث بن سعد و امام قاضی الشرق والغرب ابویوسف و امام ابوعبد اللّٰہ محمد الشیبانی و امام زفر بن الہذیل و امام حسن بن زیاد و امام دار الہجرۃ عالم المدینہ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم **اکابر تبع تابعین** و امام عبد الرحمٰن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابوجعفر احمد بن سلامہ مصری وغیرہم **ائمۂ دین** کا، رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے:

جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً و صورۃً مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہوگیا وہ پڑھ لی۔ ایسا ملانا بعذر مرض و ضرورت سفر بلا شبہہ جائز ہے۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے:

للمسافر والمریض تاخیر المغرب للجمع بینھا وبین العشاء فعلاً، کما فی الحلیۃ وغیرھا، ای ان تصلی فی اٰخر وقتھا	مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کرسکتے ہیں تاکہ اس کو اور عشاء کو فعلاً اکٹھا کرلیں، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

والعشاء فی اول وقتہا۔[1] اورعشاء اوّل وقت میں۔ (ت)

11 **اقول** تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجۂ اولٰی کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں[2] کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی ردّ المحتار (جیسا کہ بحرالرائق میں تصریح ہے اور ردالمحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے[3] کما فی البحر والدر وغیرھما، ونطقت بکراھۃ ذلک احادیث (جیسا کہ بحر اور درر وغیرہ میں ہے، اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناطق ہیں۔ ت) پھر جزئیہ ظہرین بھی کتاب الحجج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب جلی الصواب جلی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عیسٰی بن ابان تلمیذ امام محمد ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فرماتے ہیں،

قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء سواء، یؤخر الظھر الٰی اٰخر وقتھا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتھا فیصلی فی اول وقتھا، وکذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الٰی اٰخر وقتھا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلك اٰخر وقتھا، ویصلی العشاء فی اول وقتھا حین یغیب الشفق. فھذا الجمع بینھما۔[4]

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں، یکساں ہے۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کرکے پڑھے اور عصر میں تعجیل کرکے اس کو اول وقت میں پڑھ لے اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کرکے اس کو اول میں پڑھ لے، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی، من اراد

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المصطفٰے البابی مصر ۱/۲۷۱

[2] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹

[3] الدرالمختار " " مجتبائی دہلی ۱/۶۱

[4] کتاب الحجۃ باب جمع الصلاۃ فی السفر مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۷۴

11/11

ان یجمع بین الصلاتین بمطر او سفر اوغیرہ، فلیؤخر الاولی منھما حتی تکون فی اٰخر وقتھا، ویعجل الثانیۃ حتی یصلیھا فی اول وقتھا فیجمع بینھما، فتکون کل واحدۃ منھما فی وقتھا[1] الخ۔

سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کردے اور دوسری میں جلدی کرکے اول وقت میں ادا کرے اس طرح دونوں کو جمع کرلے، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم سے ظاہر ہوا کہ جوازِ جمع صوری صرف مرض وسفر پر مقصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت مینہ برستا ہو تو انتظار کرکے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تیقن ہوتے ہی جماعت عصر کرلیں کہ شاید شدتِ مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے، مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اُس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لیے جماعت ومسجد کی محافظت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

دوسری قسم **جمع وقتی** ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ **اقول** یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقۃً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنے پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی، اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقۃً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں تداخل محال تو جب ملیں گے صورۃً ملیں گے اور معنیً جدا فافھم فانہ نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلافصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں، اور **جمع تاخیر** کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت واختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے، یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وُہ مسافر ہوں یا خاص ساکنانِ مکہ ومنٰی وغیرہما مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر، اور بحالت اضطرار وعدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدتِ مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر وعصر ومغرب وعشا کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۵۹

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئیگا فرض ہوگی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ یہ **تفصیل** مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدھی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا نبٹا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کرکے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اُسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ **اجمال** کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہٰذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،
فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل،
فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،
فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام لامذہباں مجتہد نامقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزادروی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام مشبع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پلٹا اُلجھا سُلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیث صحاح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کرکے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی خفی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر حائز ہر غث و یابس و نقیر و قطمیر کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور ملاجی کے ادعاے باطل عمل بالحدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب

بعض علمائے[1] عصر و عظمائے وقت غفر اللہ تعالٰی لنا ولہ وشکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیطہ کیے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ع

کم ترك الاول للاٰخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے پچھلوں کے لیے چھوڑ دی ہیں۔ت)

فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر اُن کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالٰی اس[2] وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل واستناد کے سوا محض جمع وتلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتی الوسع بحول وقوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے ع

کہ حلوا چو یکبار خوردند وبس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسئلہ ذکر کر گئے تو غالباً وہ وہی واضحات متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے اُن کی طرف سبقت کرے۔ اتفاقاً ان میں سابق ولاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمین میں اُن کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالٰی تلخیص وتہذیب وترصیف وتقریب وحذف زوائد وزیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی طرز بیان ہی احلی واوقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالٰی تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود والحمد للہ الغفور الودود، اہل حسد جس معنے پر چاہیں محمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالٰی عیان موافق بیان پائیں گے بااینہمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم (پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالٰی عنا باکرامھم وحشرنا فی زمرۃ خدامھم کہ جو کچھ ہے انہیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انہیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بٹتا ہوا صدقہ ع

اے بادِ صبا! اینہمہ آوردۂ تست

ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلٰیحضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل

---

[1] یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔ ۱۲

[2] یہ اُس وقت تھا کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالٰی عدد تصانیف ایک سو نوے ۱۹۰ سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بحمدہ تعالٰی اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہو گا ۱۲ (م)

الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین آیۃ من آیات رب العلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقہ والتحقیقات الفائقہ والتدقیقات الشائقہ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الوالد امجد الاماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی **محمد نقی علی خاں صاحب** محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ وعمم برہ وتمم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ ولاحرمنا سعدہ ولم یفتنا بعدہ ہے والحمد للہ دہر الداہرین ہاں ہاں یہ ادنٰی خاکبوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہامر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباہر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن **البرکات** مخزن الحسنات من **آل محمد** سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من **حمزۃ** المعجزات القمر المستبین بالنور المبین من **شمس الدین ابی الفضل** العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولٰینا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلیحضرت سیدنا السید الشاہ **آل رسول الاحمدی** فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلگرامی مارہری رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمۃ علیہ وعلٰی آبائہ الکرام والحمد للہ ابد الآبدین ؎

عہدہا بالب شیریں دہناں بست خدا
ماہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

(خدا نے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالٰی یہی طریقہ رعایت پائے گا ولہذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کردی گئی اس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اکثار اوراق۔ ان چار فصل میں ملاجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں ساریۂ بحث سے سب قابل عکس ہیں جابجا ثابت کو ناثابت ناثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اوّل تا آخر کوئی دقیقہ تحکم ومکابرہ وتعصب ومداہرہ کا نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالٰی عزمجدہ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ وبیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم وصاف

عہ لاسیما اذا کان فنی لاترتضیہ لوہن او ضعف نعلم فیہ ۱۲ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعلیحضرت کی اپنی عبارت گزشتہ صفحہ ۱۶۴ کی طرف اشارہ ہے، فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ القرآن کے ماورا میں بھی حتی الوسع اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جاتے، ملخصاً (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مخالف منکر مدعی مُصر کو بھی معترف و مقر لیجئے

وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز ، ان ذلک علی اللّٰہ یسیر ، ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر۔ اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ، یہ اللہ پر آسان ہے ، اللہ ہر شَی پر قادر ہے ۔ (ت)

یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے داد انصاف دیجئے ع

فی طلعۃ الشمس مایغنیک عن خبر

(سُورج طلوع ہوجائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ ۱۴ کہیں پندرہ ۱۵ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کرسکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہُوئی بات ہے تو صرف ایک سے ۔ میں بعونہٖ تعالٰی اپنے موافق روایات تئیس ۲۳ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لاؤں گا ، ملاجی صرف چار حدیثیں پیشِ خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقۃً کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں ، میں بحول اللہ تعالٰی اُن سے دُونی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا ، میں یہ بھی روشن کردوں گا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ ولچر بے بنیاد ہوتی ہے ، میں یہ بھی بتادوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے ، میں یہ بھی دکھادوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلک بعون الملک العزیز القریب المجیب وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب وھذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی واھب الفیض والجود والحمد للّٰہ العلی الودود والصلاۃ والسلام علٰی احمد محمود محمد واٰلہ الکرام السعود امین ۔

فصل اول طلوع فجر نوری باثبات جمع صوری

حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی مذہب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملاجی تو انکار آفتاب کے عادی ، بکمال شوخ چشمی بے نقط سُنادی[1] کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت[عہ] جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے بہت اچھا ذرا نگاہ رُوبرُو ۔

[عہ] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ (م)

[1] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰۃ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۴۰۱

حدیث ۱: جلیل وعظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسٰی بن ابان نے کتاب الحج علٰی اہلِ مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمٰعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا:

فالبخاری والاسمعیلی والذھلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزھری، والنسائی من طریقی یزید بن زریع والنضر بن شمیل عن کثیر بن قاروندا کلاھما عن **سالم**۔ والنسائی عن قتیبۃ والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیہ فی الحجج ثلثتھم عن العطاف، وابوداؤد عن فضیل بن غزوان، وعن عبداللہ بن العلاء، وایضا ھو عیسٰی والنسائی عن الولید والطحاوی عن بشر بن بکر، ھٰؤلاء الثلثۃ عن ابن جابر والطحاوی عن اسامۃ بن زید، خمستھم اعنی العطاف وفضیلا وابن العلاء وجابر واسامۃ عن **نافع**۔ وابوداؤد عن **عبداللہ** بن واقد۔ والطحاوی عن **اسمٰعیل** بن عبدالرحمٰن۔ اربعتھم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما۔

بخاری، اسمٰعیل اور ذہلی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے۔ اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شمیل کے دو طریقوں سے کثیر ابن قاروندا سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ سے، طحاوی نے ابوعامر عقدی سے اور فقیہ نے حجج میں یہ تینوں عطاف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد نے فضیل ابن غزوان سے اور عبداللہ ابن علاء سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسٰی سے نسائی نے ولید سے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (عیسٰی، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطاف، فضیل، عبداللہ، جابر اور اسامہ نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبداللہ ابن واقد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمٰعیل ابن عبدالرحمٰن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبداللہ ابن واقد، اسمٰعیل) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے (ناقل ہیں) (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اکمال الحجہ و ایضاح المحجہ کے لیے اُن کے اکثر نصوص و الفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق، سنن ابوداود میں بسند صحیح ہے:

حدثنا محمد بن عبید المحاربی نا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع و عبداللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر

یعنی نافع و عبداللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا چلو

قال : الصلاة ، قال : سر ، حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل ۔ فصلی المغرب ، ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ، ثم قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت ۔ فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ مسیرۃ ثلث[1]

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا : حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا ۔ ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی (م)

ابوداود نے فرمایا :

رواہ ابن جابر عن نافع نحو ھذا باسنادہ

حدثنا ابراھیم بن موسٰی الرازی **انا** عیسٰی ابن جابر بھذا المعنی ورواہ عبداللہ بن العلاء عن نافع ، قال : حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما[2]

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے ۔ حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم ابن موسٰی رازی نے ، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں عیسٰی ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے اسکو عبداللہ ابن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا : جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اترے اور دونوں نمازیں جمع کیں ۔ (ت)

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے :

اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال : خرجت مع عبداللہ بن عمر فی سفر ، یرید ارضا لہ ، فاتاہ

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عہ ھی اخت مختار الکذاب المشھور ، وابوھا ابوعبید رضی اللہ تعالٰی عنہ من الصحابۃ ، استشھد فی خلافۃ امیر المؤمنین ، امـا

صفیہ ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں ۔ ان کے والد ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ میں سے تھے ، امیر المومنین کی خلافت کے دوران شہید ہوگئے تھے ۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ١/١٧١

[2] سنن ابی داؤد " " " " " " " "

أتٍ فقال، ان صفية بنت ابی عبید لما بها، فانظران تدرکها۔ فخرج مسرعا، ومعه رجل من قریش یسایره، وغابت الشمس فلم یصل الصلاۃ، وکان عهدی به وهو یحافظ علی الصلاۃ، فلما ابطأ، قلت، الصلاۃ، یرحمك الله، فالتفت إلیّ و مضی، حتی اذا کان فی اٰخر الشفق نزل فصلی المغرب، ثم اقام العشاء، وقد تواری الشفق فصلی بنا، ثم اقبل علینا، فقال، ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان اذا عجل به السیر صنع هکذا۔[1]

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سُن کر بہ سُرعت چلے اور اُن کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سُورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہُوئے جب شفق کا اخیر حصّہ رہا اُتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کرکے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هی، ففی عمدۃ القاری، ادرکت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وسمعت منه۔ اھ وفی ارشاد الساری، الصحابیة الثقفیة اخت المختار، وکانت من العابدات۔ اھ لکن قال الحافظ فی التقریب: قیل لها ادراك، وانکرہ الدارقطنی، وقال العجلی، ثقة فهی من الثانیة۔ اھ وحقق فی الاصابة نفی السماع واثبات الادراك ظنا، فراجعه۔ وقد حدثت عن ازواج النبی صلی الله تعالٰی علیه وعلیهن وسلم ۱۲ منه (م)

صفیہ کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے کہ بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ ثانیہ میں سے ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصابہ میں ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصابہ کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواجِ مطہرات سے احادیث بیان کی ہیں۔ (ت)

---

[1] سنن نسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹

اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع[1] فذکرہ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبۃ بن سعید حدثنا العطاف[2] اور ابوجعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدی ثنا العطاف بن خالد المخزومی[3] اور امام فقیہ نے حجج میں بلاواسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ، حتی اذا کان ببعض الطریق استصرخ علی زوجتہ، فقیل لہ انہا فی الموت، فاسرع السیر، وکان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی، فلما کان تلک اللیلۃ نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انہ نسی، فقلنا: الصلاۃ، فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب، وغاب الشفق فصلی العشاء، ثم اقبل علینا فقال، ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جدبنا السیر۔ (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہِ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اُتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف مُنہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسٰی بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا: وھکذا قال ابوحنیفۃ فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاولٰی منہما فی اٰخر وقتہا، والاخری فی اول وقتہا، کما فعل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4] (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی، حدثنا فہد ثنا الحمانی ثنا عبداللہ بن المبارک عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع، وفیہ حتی اذا کان عند غیبوبۃ الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع ھکذا اذا جد بہ السیر[5] (یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یُوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۷۰

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[4] کتاب الحجۃ باب الجمع الصلوٰۃ فی السفر دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۱/۱۷۴، ۱۷۵

[5] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

جلدی ہوتی) یہ طرق حدیث نافع عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب ہل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے: حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلٰوۃ المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء۔ قال سالم، وکان عبد اللہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر، ویقیم المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء، فیصلیہا رکعتین[1] الحدیث۔ اُسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبد اللہ یفعلہ اذا اعجلہ السیر تک روایت کرکے فرمایا[2] وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ۔ قال سالم، واخر ابن عمر المغرب، وکان استصرخ علٰی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید، فقلت لہ: الصلٰوۃ، فقال: سر، فقلت لہ: الصلٰوۃ، فقال: سر، حتی سار میلین او ثلثۃ، ثم نزل فصلی، ثم قال: ہکذا رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یؤخر المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء، فیصلیہا رکعتین[3] الحدیث (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کرکے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اُترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب اخیر کرکے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرماکر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے: اخبرنی محمد بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا کثیر بن قاروندا قال، سألت سالم بن عبد اللہ عن صلاۃ ابیہ فی السفر، وسألناہ ھل کان یجمع بین شیئ من صلاتہ فی سفرہ؟ فذکر ان صفیۃ بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیہ، وھو فی زراعۃ لہ، انی فی اٰخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من

---

[1] جامع صحیح البخاری باب ہل یؤذن او یقیم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۹

[2] جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر " " " ۱/ ۱۴۸

[3] " " " " " " " " " ۱/ ۱۴۸

الاخرۃ، فرکب فاسرع السیر الیہا، حتی اذا حانت صلٰوۃ الظہر قال لہ المؤذن: الصلٰوۃ یا اباعبدالرحمٰن! فلم یلتفت، حتی اذا کان بین الصلاتین نزل، فقال: اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس، قال لہ المؤذن: الصلٰوۃ، فقال: کفعلک فی صلٰوۃ الظہر والعصر، ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل، ثم قال المؤذن: اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوتہ فلیصل ہذہ الصلٰوۃ۔[1]

(خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شتابان چلے نماز کیلئے ایسے وقت اُترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لیے اُس وقت اُترے جب تارے خُوب کِھل آئے تھے (جس وقت تک بلاعذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یُوں زائد کیا: اخبرنا عبدۃ بن عبدالرحیم ثنا ابن شمیل ثنا کثیر بن قاروندا قال سألنا سالم بن عبداللہ عن الصلٰوۃ فی السفر، فقلنا اکان عبداللہ یجمع بین شیئ من الصلٰوۃ فی السفر؟ فقال لا الا یجمع[2] (یعنی ہم نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سفر میں کسی نماز کو دُوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے) (جہاں کا ملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طُرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سفر میں بحالِ شتاب وضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲: امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدثنا فہد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرۃ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۹۸

[2] " " " " " " " " " ۱/ ۹۹

ابی رباح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء[1]۔ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے)

حدیث ۳: ابوداؤد اپنی سنن باب متی یتم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں: ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول: ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع[2]۔ (یعنی امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہوجائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشا پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا: لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴: طحاوی بطریق ابی خیثمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمٰن راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن نبادر للحج، فکنا نجمع بین الظھر والعصر، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، ونجمع بین المغرب والعشاء، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، حتی قدمنا مکۃ[3] (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب وعشا کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کرکے پڑھتے اور عصر وعشا جلد)

حدیث ۵: نیز امام ممدوح عبدالرحمٰن بن یزید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجۃ فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاۃ الغداۃ[4] (میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[2] سنن ابی داؤد باب متی یتم المسافر مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۱۷۳

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اور عصر میں تعجیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کرکے پڑھتے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں :

وجمیع ما ذھبنا الیہ من کیفیۃ الجمع بین الصلاتین قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالٰی۔[1]

نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (م)

الحمدللہ جمع صوری کا طریقہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت مولٰی علی و عبداللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبداللہ بن عمر و غیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام لامذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص تحکم و افترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے[2] اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاح مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۂ اولٰی : لامذہب ملا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اُڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہٰذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جملی ملاحظہ ہوں :

لطیفہ ۱ : ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اوّلاً : یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً : امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث ، امام نسائی نے لاباس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔ ت) کہا ، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً : یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوٰی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملا جی کو بایں سالخوردی و دعوٰی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۴

[2] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۹۶

اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق[عه] ہے زبانِ متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ تعالٰی جمیعا بلکہ آج کل تک کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلافِ تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود مُلّاجی کے خیال میں اپنی مُلّائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنّت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمہ کو ذکو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس۔

حیث قال، محمد بن فضیل بن غزوان، المحدث الحافظ، کان من علماء هذا الشان، وثقه یحیٰی بن مَعین، وقال احمد، حسن الحدیث، شیعی۔ قلت، کان متوالیا فقط[له]۔

چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان، جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علماء میں سے تھا یحیٰی ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا "صرف اہلِ بیت سے محبت رکھتا تھا۔" (ت)

رابعاً: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری و مسلم سے بھی

[عه] کما صرحوا به وتدل علیه محاوراتهم، منها ما فی المیزان فی ترجمة الحاکم بعد ما حکی القول برفضه، الله یحب الانصاف، ما الرجل برافضی بل شیعی فقط اھ ۱۲ منه (م)

جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے "اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ آدمی رافضی نہیں ہے، صرف شیعہ ہے۔" (ت)

[له] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ محمد بن فضیل مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱/ ۲۹۰

ہاتھ دھونا ہے ان کے رواۃ[عہ] میں تہائی سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاحِ قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ[1] (مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔ ت) دُور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خامساً اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبداللہ بن العلاء سے ابوداود نے ذکر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا ولکن الجھلۃ لا یعلمون (لیکن جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملاجی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داود نے ذکر کی آپ اسے یُوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداود نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یُوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدثنا ابرھیم بن موسٰی الرازی انا عیسٰی عن ابن جابر[2] فرما کر موصول کردیا ہے ولکن النجدیۃ لا یبصرون

لطیفہ ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا[ف] کہ وہ غریب الحدیث ہے

عہ مثلاً ابان بن تغلب، اسمٰعیل بن ابان وراق، اسمٰعیل بن زکریا، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدی صدوق یہم، بکیر بن عبداللہ، جریر بن عبدالحمید، جعفر بن سلیمٰن، حسن بن صالح، خالد بن مخلد قطوانی، ربیع بن انس صدوق لہ اوھام، زاذان کندی، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو ھمدانی، عباد بن یعقوب رواجنی، عباد بن عوام کلابی، عبداللہ بن عمر مشکدانہ، عبداللہ بن عیسٰی کوفی، عبدالرزاق صاحبِ مصنف، عبدالملک بن اعین، عبیداللہ بن موسٰی، عدی بن ثابت، علی بن الجعد، علی بن ہاشم بن البرید، فضل بن دکین ابونعیم، فضیل بن مرزوق، فطر بن خلیفہ، مالک بن اسمٰعیل نہدی، محمد بن اسحٰق صاحبِ مغازی، محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل، ہشام بن سعد، یحیٰی بن الجزار وغیرہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۲۵

[2] سنن ابوداود باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۱

ف ۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قال الحافظ فی التقریب ۔

1 **اقول اولاً** : ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے ۔

ثانیاً : اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا[1] تھا وہ ہضم کر گئے ۔

ثالثاً : محدث جی! تقریب میں ثقۃ یغرب ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے ۔

رابعاً : اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف ۔ محدث جی! غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو ۔

خامساً : باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں[عہ] کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں ۔

سادساً : ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لا طعن فیہ[3] (یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرمائے تو نہ ہو گے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ؏

شرم بادت از خدا و از رسول

عہ مثلاً ابرٰہیم بن طہمان، بشر بن خالد، ابرٰہیم بن سوید بن حبان، بشیر بن سلمان، حسن بن احمد بن ابی شبیب، محمد بن عبد الرحمٰن بن حکیم وغیرہم کہ سب ثقہ یغرب ہیں ۔ احمد بن صباح حکام بن مسلم وغیرھما ثقۃ لہ غرائب خصوصاً ازہر بن جمیل، خالد بن قیس، ابرٰہیم بن اسحٰق وغیرہم کہ صدوق یغرب یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ بشر بن بکر التنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۴۴

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] میزان الاعتدال فی ترجمۃ بشر بن بکر ۱۱۸۶ 〃 دار المعرفت بیروت لبنان ۳۱۴/۱

12/12

لطیفہ ۱۲: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اقول اولا: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث[1]۔ ملاجی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراشں لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم و ائمہ ثقات حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کر،، صراحۃً حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرمارہے ہیں۔ میزان میں ہے:

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی، احد الاعلام وعالم اھل الشام۔ لہ مصنفات حسنۃ، قال احمد، ما رأیت فی الشامیین اعقل منہ۔ وقال ابن المدینی عندہ علم کثیر۔ قال ابو مسھر، الولید مدلس، قلت، اذا قال الولید، عن ابن جریج اوعن الاوزاعی، فلیس بمعتمد لانہ یدلس عن کذابین، فاذا قال، حدثنا فھو حجۃ اھ ملخصا[2]۔

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں۔ احمد نے کہا: ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلس ہے۔ میں نے کہا، جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابل اعتماد نہیں ہے لیکن جب حدثنا کہے تو مستند ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

ملاجی! ؎

در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گو اے مرد غافل یا خموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے اے مرد غافل!
یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش رہ)

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹

[2] میزان الاعتدال فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۹۴۰۵ " دار المعرفت بیروت ۴/۳۴۷ - ۳۴۸

تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو کہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر آپ عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اوّل تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃً پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہٖ تعالیٰ بہت کچھ سکھا دیں وہ قواعد بتا دیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعیین نکال سکو۔

ثانیاً: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحقِ رد ہیں امام احمد نے اُن کی توثیق فرمائی، اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو۔ ابن عدی نے کہا: اذا روی عن ثقۃ فلا باس بہ[1] (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً: ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں[عہ] کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

[عہ] مثلاً اسمٰعیل بن مجالد، اشہل بن حاتم، بشر بن عبیس، حارث بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرہیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن ذکوان ورمی بالقدر، خالد بن خداش، خالد بن عبد الرحمٰن السلمی، شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز، مسکین بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفۃ بن خیاط، عبد اللہ بن عمر نمیری، عبد الرحمٰن بن حرملہ اسلمی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن جبید، یحیٰی بن ابی اسحٰق حضرمی وغیرہم صدوق ربما اخطأ ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاۃ صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء، عبد اللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلۃ، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر الخطاء، مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء وحدیثہ عن عطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] الکامل لابن عدی فی ترجمۃ ولید ابن قاسم مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۷/ ۲۵۴۵

یخطئ بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رَد ہی کرو گے !

رابعاً صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انھیں صدوق یخطئ[1] پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطه ابن منده بالذی قبله فوهم ، وهذا ضعیف[2] (ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے ۔ ت) دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطئ کہا وہ ضعیف نہیں ، مُلّاجی اپنی جہالت سے مردود و واہیات گا رہے ہیں ۔

لطیفہ ۵ : حدیث صحیح نسائی و طحاوی و عیسٰی بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا[ف] کہ وُہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یہم ۔

اقول اوّلاً : عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا وکفی بهما قدوة میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسّر منقول نہیں ۔

ثانیاً : کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یہم میں کتنا فرق ہے ۔

ثالثاً : صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی[عہ] اُن میں کس قدر ہیں ۔

رابعاً : بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین اُن میں کوئی بھی درجۂ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوهابیة قوم یجهلون (لیکن وہابی جاہل لوگ ہیں ۔ ت)

[عہ] مثل ابرٰھیم بن یوسف بن اسحاق ، اسامہ بن زید اللیثی ، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن السدی ، ایمن بن نابل ، جابر بن عمرو ، جبیر بن نوف ، حاتم بن اسمٰعیل ، حریب بن ابی العالیہ ، حرمی بن عمارہ ، حزم بن ابی حزم ، حسن بن الصباح ، حسن بن فرات ، حمید بن زیاد ، ربیعہ بن کلثوم ، عبداللہ بن عبداللہ بن اویس وغیرهم سب صدوق یہم ہیں احوص بن جواب ، حمزہ بن حبیب زیات امام قراءت ، معاذ بن ہشام ، عاصم بن علی بن عاصم وغیرهم سب صدوق ربما وهم بلکہ عطا بن ابی مسلم صدوق یهم کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تقریب التهذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۶۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[ف] معیار الحق ص ۳۹۶

لطیفہ ۶ : آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فهد ثنا الحمانی ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کرلیا کہ یہ اُسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم وسُنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحیٰی بن معین نے کہا، ثقة[1] ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشار تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحیٰی بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحیٰی بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجوانه لاباس به[2] (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اور ابن نمیر کا هو اکبر من هؤلاء کلهم، فاکتب عنه (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لیے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اُس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب۔

لطیفہ ۷ : روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروندا عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یُوں کہہ کر ٹالا کہ[ف] وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں جب تک کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اوّلاً : شیخین کا نام کس مُنہ سے لیتے اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کردینے کا عادی تھا۔

ثانیاً ثالثاً رابعاً : یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہُوئے ہیں۔

خامساً : مخالفت شیخین کا دعوٰی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہٖ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸ : اس حدیث جلیل صحیح کے رَد میں مُلّاجی نے جو جو چالاکیاں بیباکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہوچکا جابجا ثقات کو مجروح فرمایا، رواۃ بخاری ومسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کرلیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللیثی ۷۰۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۷۴
[2] میزان الاعتدال ترجمہ یحیٰی بن عبد الحمید الحمانی ۹۵۶۷ " " " " ۳۹۲/۴
ف، معیار الحق ص ۳۹

بنالیا، مشترک کو جزافاً معین کردیا، جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفتِ شیخین کا ادعا کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رَد کر دینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر رَد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہٰذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزورِ زبان و زورِ بہتان اپنے موافق بنا لیجئے اس لیے حدیث مذکور باب ہل یؤذن او یقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کرکے فرمایا یہ بات ادنےٰ عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہوجاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہوجاتا ہے۔ف

اقولاً : میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر بڑھے دُو ۲ میل کا تو سوا ہی کوس ہوا، اور تین ہی لیجئے جب بھی دُو ۲ کوس پُورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً اقول : فریبِ عوام کو چالاکی یہ کی کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھُلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن سہ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلتے تو اتنی دیر میں ہرگز وقتِ عشاء نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایا پلٹ کر دیا مکہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا آ کح ہے غروبِ شمس سے انحطاط یح تک ہر موسم میں ایک ساعت فلکیہ سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھیے وقت بڑھتا جائے گا کما لا یخفی علی العارف بالھیأۃ (جیسا کہ علم ہیئت جاننے والے پر ظاہر ہے۔ت) تو غروب سے گھنٹہ بھر بعد بھی نمازِ مغرب وقت میں ممکن، آپ کے نزدیک جبکہ دُو ۲ میل چلنے میں عشاء آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو، اور امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ طیبہ میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر سوار ہوئے اور موضع مَلَل میں عصر کے لیے اُترے

مالک عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابن ابی سلیط ان عثمٰن بن عفان صلی الجمعۃ بالمدینۃ وصلی العصر بملل[1]۔

مالک، عمرو بن یحیٰی المازنی سے، وہ ابن سلیط سے راوی کہ عثمان ابن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصر مَلَل میں۔ (ت)

مَلَل مدینہ طیبہ سے سترہ ۱۷ میل ہے کما فی النہایۃ[2] (جیسا کہ نہایۃ میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھارہ ۱۸ میل

---

[1] مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ، وقت الجمعۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶

[2] النہایۃ لابن اثیر المیم مع اللام لفظ مَلَل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۶۲

ف۔ معیار الحق ص ۳۷۵

کما حکاہ الزرقانی (جیسا کہ زرقانی نے بیان کیا ہے۔ ت) ابن وضاح نے کہا بائیس ۲۲ میل کما نقلہ ابن رشیق عن ابن وضاح[1] (جیسا کہ ابن رشیق نے ابن وضاح سے نقل کیا ہے۔ ت) بلکہ بعض نسخ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح ہے قال مالک وبینھما اثنان وعشرون میلا (مالک نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان بائیس ۲۲ میل کا فاصلہ ہے۔ ت) وہ سترہ ۱۷ ہی میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہوگا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض ۲۵ سے زائد نہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف ۱۳ گھنٹے ہے کما لا یخفی علی من یعلم استخراج طول النھار من عرض البلاد (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو عرض بلاد سے دن کی لمبائی کا استخراج کرسکتا ہو۔ ت)

ثالثا اقول : اسی لیے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کرکے عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی واضطراب شدید کی حالت میں اب عشا کے لیے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کرگیا کہ بھرم کھلتا۔

رابعا اقول : آپ تو اسی بحث میں فرماچکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بنا کر نقل کررہے ہیں تعلیقًا ہی مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری ذکر کی جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتا نہ تھا اس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقًا بڑھایا کہ وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب، اب تعلیق کیوں حجت ہوگئی، وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا کہ اپنا عیب نہ ظاہر ہو۔

خامسا اقول : آپ تو راوی کو اس کے وہم وخطا بلکہ صرف اغراب پر رد فرماتے ہیں اگرچہ رجال بخاری ومسلم سے ہو، اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہوگئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنھیں اسی تقریب میں فرمایا:

ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزھری وھما قلیلا وفی غیرا لزھری خطأ۔[2]

ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا۔

اثرم نے کہا: ضعف احمد امر یونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا لامام مالک زیر حدیث مذکور مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۶

[2] تقریب التہذیب حرف الیاء ؍ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۸۷

نے کہا: لیس بحجۃ (یونس قابلِ احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیئ الحفظ (یونس کا حافظ بُرا ہے) یوں ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کل ذٰلک فی المیزان[1] (یہ سب میزان میں ہے۔ت)

تنبیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم وتعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم وخطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید وباللہ التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کردیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کتنے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیٰن بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے، علی نے کہا سفیٰن بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفیٰن کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس حدیثوں کے ہیں جن میں سفیٰن نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیٰن نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے[2] ذکرہ فی المیزان (اسے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ت) بااینہمہ امام سفیٰن کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹: مُلّاجی کی یہ ساری کارگزاریاں حیاداریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی امام طحاوی ونیز امام احمد وابن ابی شیبہ استاذان بخاری ومسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا[ف] کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اوّلاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دُور نہیں دیکھئے تو کتنے رجالِ[عہ] بخاری ومسلم کو یہی صدوق لہ

[عہ] صدوق یھم وصدوق ربما وھم کی بکثرت مثالیں اوپر گزرچکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سُنئے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال حرف الیاء ۹۹۲۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۸۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ سفیان بن عیینہ ۳۳۲۷ " " " ۲/۱۷۰

[ف] معیار الحق ص ۴۰۱

اوھام (سچا ہے، اس کے اوہام ہیں۔ ت) کہا ہے۔

رابعاً: مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باآں تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) زاد یحیٰی لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ[1] (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجۂ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُس درجے کا قوی نہیں ہے۔ ت) ابواحمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم[2] (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ ت) کہا لا انہ لیس بقوی لیس بمتین و شتان ما بین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال اخبرنی عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر الحدیث[3]

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رباح بن ابی معروف، ربیع بن انس ورمی بالتشیع، ربیع بن یحیٰی، ربیعہ بن عثمان، زکریا بن یحیٰی بن عمر، سعید بن زید بن درھم، سعید بن عبدالرحمٰن جمحی، شجاع بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صالح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حجیر، ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوھام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی ۸۷۰۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۶۰

[3] سنن ابی داؤد باب تیمم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۳

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ اور جدّہ دونوں ضمیریں عبداللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبداللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنے ٹھہرائے[ف1] کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔ اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہُوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رَد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہُوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنٰی جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدّہ سے اقرب ابیہ تو معنی یُوں کیے ہوتے کہ عبداللہ نے روایت کی ابوطالب کے باپ حضرت عبدالمطلب سے اور عبدالمطلب نے اپنے دادا عبدمناف سے کہ مولا علی نے جمع صوری کی اب ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولا علی کے پر پوتے مولا علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث صراحۃً موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبدالمطلب و عبدمناف اور کہاں مولٰی علی سے روایت حدیث مفید احناف ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بد دیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود[ف2] ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افادۂ ثانیہ: احادیث وطرق پر نظرِ انصاف فرمائیے تو ارادۂ جمع صوری پر متعدد قرائن پائیے مثلاً:

(۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاتین کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں کما سیأتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادۂ رابعہ کی نویں حدیث میں آرہا ہے۔ ت) حالانکہ یہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیأتی تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالٰی (اس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالٰی چوتھی فصل میں آئے گی۔ ت) تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) **اقول** خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہُوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) **اقول** مُلّاجی نے اُن پندرہ۱۵ صحابیوں میں جن کی نسبت دعوٰی کیا کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین

ف1 معیار الحق ص ۴۰۰، ۴۰۱ ف2 معیار الحق ص ۳۹۶

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی گِنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منعِ جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا :

کما فی عمدۃ القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجامع الصحیح للامام علاء الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد ۔

جیسے کہ امام بدرالدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام علاء الدین المغلطائی کی کتاب الجامع الصحیح کی شرح ہے اور انہوں نے ابن شداد کی (کتاب) دلائل الاحکام سے نقل کیا ہے۔ (ت)

تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث الرابع (جیسا کہ حدیث ۴ میں گزرا۔ ت)

(۴) **اقول** بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما گنے جاتے ہیں وسیأتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالٰی (عنقریب حدیث اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی ۔ ت) حالانکہ وُہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب وعشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیأتی فی اٰخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی ۔ ت) ظاہر ہے کہ وُہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایاتِ صحیحہ نے واضح کردیا جس کا بسط حدیث اوّل میں گزرا ۔

(۵) **اقول** لُطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشائین کا جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرما چکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہوچکا قلت لہ : الصلاۃ ، قال ، سِر[1] ۔ الحدیث (میں نے ان سے نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا ؛ سفر جاری رکھو ۔ الحدیث ۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالٰی بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا ۔

---

[1] صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثامن (جیساکہ دوسری حدیث میں آرہا ہے۔ ت) اور ان کی حدیث ان شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے فوت ہوجاتی ہے۔

(۷) یُوں ہی حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی جمع ہیں کما یجئ فی الحدیث الخامس (جیساکہ پانچویں حدیث میں آئے گا۔ ت) اور ان کی حدیث بھی بمشیۃ اللہ تعالٰی آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دُوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادھذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے۔ ت)

افادۂ ثالثہ: اب کہ ملّاجی نے پیٹ بھر کر رَدِ احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں: ف

> جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اوّل جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام۔

اقول ملّاجی بیچارے جو شامت ایام سے مقابلہ شیران حنفیہ میں آپھنسے وُہ چوکڑی بُھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابوحنیفہ وشافعی کی تقلید حرام بدعت شرک یا اب جابجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹ مقلد بنے ہیں رطب یابس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بُوجھے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ وشافعیہ کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اُڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کرلیا اور پھر اسی رَدشدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کردیا بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرمالیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے وباللہ التوفیق۔

اوّلاً اللہ عزوجل نے نماز خواص وعوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لیے اول وآخر بتائے اور ان پر واضح وعام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہوجائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

ف معیار الحق ص ۴۰۱

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُفق سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آنِ واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصۂ انبیاء و اولیاء عامۂ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر یا لاجماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰے کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت) فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں: وقتِ اول پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملتحق بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلۂ تسحر و مسئلۂ صلاۃ الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحاتِ علما دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بروایت ابی داود دیکھیے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشا پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الٰہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کرلے اسی حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لحاظ کرلیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا جُدا جُدا سامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہولے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہئے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

اقول دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہوجائے تو پُوری چھٹی، رخصت میں آسانی درکار ہے پُوری آسانی کس نے مانی!

خامساً احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وھذا لفظ مسلم، قال: صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، قلت: یا ابا الشعثاء اظنه اخر الظھر وعجل العصر، واخر المغرب وعجل العشاء، قال: وانا اظن ذلک۱؎

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "اے ابوالشعثاء! میرا خیال ہے کہ انھوں نے ظہر وعصر کو اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا۔" ابوالشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ (ت)

مالک، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طحاوی وغیرہم اُسی جناب سے بطرق شتی والفاظ عدیدہ راوی:

وھذا حدیث مسلم بطریق زھیر ثنا ابوالزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظھر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر، قال ابوالزبیر: فسألت سعیدا لم فعل ذلک؟ فقال: سألت ابن عباس کما سألتنی، فقال: اراد ان لا یحرج احد من اُمتہ۲؎۔

اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابوالزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں، ابوالزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پُوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پُوچھا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

۱؎ الصحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

۲؎ " " " " " " " " " " ۱/۲۴۶

وفی اخری لہ و للترمذی بطریق حبیب ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال ، جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین الظھر والعصر، وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر[1]۔

وللطحاوی عن صالح مولی التوأمہ عن ابن عباس ، فی غیر سفر ولا مطر[2]۔

و فی لفظ للنسائی اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیٰن عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمدینۃ ، ثمانیا جمیعا ، وسبعا جمیعا ، اخر الظھر وعجل العصر ، و اخر المغرب وعجل العشاء[3]۔

و فی لفظ لہ عن عمرو بن ھرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انہ صلی بالبصرۃ ، الاولٰی والعصر ، لیس بینھما شیئ ، والمغرب و العشاء ، لیس بینھما شیئ ، فعل ذلک من شغل۔

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت، سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔

(ت)

اور طحاوی نے صالح مولی التوأمہ کے واسطے سے ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں " بغیر سفر اور بارش کے "۔ (ت)

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں : خبر دی ہمیں قتیبہ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیٰن نے عمرو سے اس نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی ، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت)

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو ابن ہرم جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا ، ان کے درمیان کوئی شئے حائل نہ تھی ، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ان کے درمیان کوئی شئی حائل نہ تھی۔ اس طرح

---

[1] جامع الترمذی ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی ۱/۲۶

[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

[3] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔

وزعم ابن عباس انه صلی مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالمدینة الاولی والعصر، ثمان سجدات لیس بینهما شیئ[۱]

ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بھی ظہر وعصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔

ولمسلم بطریق الزبیر بن الخرّیت عن عبد الله بن شقیق ان التاخیر کان لاجل خطبة خطبها[۲]

مسلم نے زبیر ابن خرّیت کے واسطہ سے عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر ایک خطبہ دینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

وله بطریق عمران بن حُدَیر عن عبد الله المذکور عن ابن عباس، فی القصة، قال: کنا نجمع بین الصلاتین علی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[۳]

اور مسلم نے بطریقہ عمران ابن حدیر، عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکورہ واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔

وللطحاوی من هذا الوجه: قد کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربما جمع بینهما بالمدینة[۴]۔

اور طحاوی اسی سند سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہا دو نمازوں کو مدینہ میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ان روایاتِ صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا بجماعت جمع فرمائیں سفر وخطر ومطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر ملجی کی نفی سوقِ بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض ومعذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اسی بناء پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب واستناد بجمع مذکور انتفائے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لیے

---

[۱] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

[۲] صحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلٰوتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[۳] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[۴] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلٰوتین الخ ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

بے عذر جمع وقتی ملاجی بھی حرام جانتے ہیں، حدیثِ مسلم انما التفریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجیئ وقت الصلاۃ الاخری[1] (گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہوجائے۔ ت) کے جواب میں کیا فرمائیں[ف] گے یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر[2] (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں[ف۲] منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالتِ اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور اُن کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن المامون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادۂ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویانِ حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس، وراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا:

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس (و ذکر لفظہ قال)، فھذا ابن عباس، راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[3]۔

جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۹

[2] موطا امام محمد باب الجمع بین الصلوتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۹

[3] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب جمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر صہ ۱۳۲

ف: معیار الحق صہ ۴۱ ف۲: معیار الحق صہ ۳۰۰

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظرِ رحمت و آسانیِ اُمت کی تھی، مُلاجی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

سادساً: عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیثِ ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افادہ الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔ت) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول مُلاجی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں اَن کہی بولتے[ف۱] ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلاعذر آنحضرت[عہ۱] نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت[عہ۲] نے حالت قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملاجی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔

سابعاً: حدیث حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابوداؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس [ف۲]صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنانِ مستحاضہ کے لیے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملاجی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔

اقول مُلاجی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں، اب کیا دُنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان[عہ۳] ناقصات العقل کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔

ثامناً: عبدالرزاق مصنّف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی:

قال: قال عبد اللّٰه: جمع لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم، مقیما غیر مسافر، بین الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر: لم تری النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فعل ذلك؟	اس نے کہا کہ عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ

عہ۱ و عہ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

عہ۳ یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری عسیر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م) ف۱ معیار الحق ص ۴۰۰ ف۲ معیار الحق ص ۴۱۸

قال لان لاتحرج امتہ ، ان جمع رجل[1]

علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا ؟ تو انھوں نے جواب دیا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو، اگر کوئی شخص جمع کرلے ۔ (ت)

ابن جریر اسی جناب سے بایں لفظ راوی :

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر فیجمع بینہما، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ ظہر میں تاخیر کرکے اور عصر میں تعجیل کرکے دونوں کو جمع کرلیتے تھے، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کرکے دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے ۔ (ت)

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یُوں ہے :

اذا بادر احدکم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء ثم یصلیھما جمیعا فعل[3]۔

اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کرکے اور عشاء میں جلدی کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لے ، تو ایسا کرلے ۔ (ت)

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بیشک آسانی ورحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت ۔

تاسعاً : عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بین الظھر والعصر فی یوم مطیر[4] یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر وعصر جمع کی ۔

اقول ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام وگناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی ۔

عاشراً : طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء یؤخر ھذہ فی اٰخر وقتہا ویعجل ھذہ فی اول

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مغرب وعشاء کو جمع فرماتے ، مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول

---

[1] مصنّف ابی بکر عبدالرزاق حدیث ۴۴۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۵۶

[2] کنز العمال الاکمال من صلٰوۃ المسافر حدیث ۲۲۷۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۲۵۰

[3] کنز العمال " " " " ۲۰۱۹۰ " " " ۷/۵۴

[4] المصنف لعبدالرزاق باب جمع بین الصلاتین فی الحضر حدیث ۴۴۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۵۶

وقتہا[1]

وقت میں ۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطۂ جاہلین ومکابرۂ عالمین وتقلید مقلدین کا اٹھا نہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

افادۂ رابعہ : الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہوگئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر وعصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا یا عصر وعشا سے ملانے کو ظہر ومغرب میں تاخیر فرمائی وامثال ذلک کسی میں مخالف کے لیے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمال موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری ومسلم و دارمی ونسائی وطحاوی وبیہقی بطریق سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم ومسلم ومالک ونسائی و طحاوی بطریق نافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد بہ السیر[2] ۔ وفی لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم ، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہا و بین صلاۃ العشاء[3]

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے ۔ اور مسلم کی ایک روایت اور نسائی کی بطریقہ سالم روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشا کے ساتھ ملا لیتے تھے ۔ (ت)

یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں ۔

فرواہ البخاری عن ابی الیمان ، والنسائی

چنانچہ بخاری ابوالیمان سے ، نسائی بقیہ اور

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۴۷

[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۱

[3] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۵

عن بقية[2] وعثمٰن[3] ، كلهم عن شعيب بن ابى حمزه ـ و مسلم عن ابن وهب عن يونس[4] ـ والبخارى عن على[5] بن المدينى ، ومسلم عن يحيٰى[6] بن يحيٰى وقتيبة[7] بن سعيد وابى[8] بكر بن ابى شيبة وعمرو[9] والناقد ، والدارمى عن محمد[10] بن يوسف ، والنسائى عن محمد[11] بن منصور ، والطحاوى عن الحمانى[12] ، ثمانيتهم عن سفيٰن بن عيينة ، ثلثتهم اعنى شعيبا ويونس وسفين عن الزهرى عن سالم ، ومسلم عن يحيٰى[13] بن يحيٰى ، والنسائى عن قتيبة[14] ، والطحاوى عن ابن وهب[15] ، كلهم عن مالك ، والنسائى بطريق عبدالرزاق ثنا معمر عن موسٰى[16] بن عقبة ، والطحاوى عن ليث[17] ، والبيهقى فى الخلافيات من طريق يزيد بن هارون عن يحيٰى[18] بن سعيد ، اربعتهم عن نافع ، كلاهما عن ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما ـ

عثمان سے ، یہ سب (ابوالیمان ، بقیہ ، عثمان) شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور مسلم ، ابن وہب سے ، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں ۔ اور بخاری ، علی ابن مدینی سے ۔ اور مسلم ، یحیٰی ابن یحیٰی ، قتیبہ ابن سعید ، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمرو الناقد سے ۔ اور دارمی ، محمد ابن یوسف سے ۔ اور نسائی ، محمد ابن منصور سے ۔ اور طحاوی ، حمانی سے ۔ یہ آٹھوں (یعنی علی ، یحیٰی ، قتیبہ ، ابوبکر ، عمرو ، ابن یوسف ، ابن منصور ، حمانی) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں ۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی شعیب ، یونس اور سفیان ، زہری کے واسطے سے ، سالم سے راوی ہیں ۔ اور مسلم ، یحیٰی ابن یحیٰی سے ۔ اور نسائی ، قتیبہ سے ۔ اور طحاوی ، ابن وہب سے ۔ یہ تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں ۔ اور نسائی ، بطریقہ عبدالرزاق ، وہ معمر سے ، وہ موسٰی ابن عقبہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور طحاوی لیث سے روایت کرتے ہیں ۔ اور بیہقی خلافیات میں بطریقہ یزید ابن ہارون ، یحیٰی ابن سعید سے روایت کرتے ہیں ۔ یہ چاروں (آخری راوی یعنی مالک ، موسٰی ، لیث ، یحیٰی) نافع سے راوی ہیں ۔ (سالم اور نافع) دونوں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں ۔ (ت)

حدیث معلق بخاری

ووصله البيهقى عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما ، كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم يجمع بين صلاة الظهر والعصر اذا كان على ظهر سير ،

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرلیتے تھے ۔ اسی طرح مغرب وعشاء بھی جمع کرلیتے تھے ۔

ویجمع بین المغرب والعشاء[١]۔ وھو عند مسلم واٰخرین بذکر غزوۃ تبوک، ولابن ماجۃ من طریق ابرٰھیم بن اسمٰعیل عن عبدالکریم عن مجاھد وسعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح وطاؤس، اخبروہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجلہ شیٔ ولا یطلبہ عدو ولا یخاف شیئاً[٢]۔ **قلت**: ابرٰھیم ھذا، ھو ابن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری، ضعیف۔ وعبدالکریم، ان لم یکن ابن مالک الجزری، فابن ابی المخارق، وھو اضعف واضعف۔ والمعروف حدیثہ فی الجمع بالمدینۃ۔ رواہ الشیخان وجماعۃ، کما قدمناہ بطرقھا والفاظھا عما قریب۔

یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متعلق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریقہ ابراہیم بن اسمٰعیل راوی ہیں کہ عبدالکریم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء جمع کرلیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو جلدی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ **قلت** (میں نے کہا): یہ وہی ابن اسمٰعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبدالکریم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے، تو ابن ابی المخارق ہوگا اور وُہ بہت ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ کہ سفر میں) اس کو بخاری، مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جیسا کہ تھوڑا ہی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اور الفاظ بیان کر آئے ہیں۔ (ت)

و **حدیث**[٣] بخاری تعلیقاً و وصلاً و طحاوی وصلا

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین ھاتین الصلاتین فی السفر، یعنی المغرب والعشاء[٤]۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِن دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

---

[١] صحیح البخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/١٤٩

[٢] سنن ابن ماجہ باب الجمع بین الصلوتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٧٦

[٣] شرح معانی الآثار " " " " " " " " " " ١/١١١

وحدیث مالك وشافعی ودارمی ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجه وطحاوی مطولاً ومختصراً

عن عامر بن واثلة ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنهم قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی غزوة تبوك بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشاء، قال، فقلت، ما حمله علی ذلك؟ قال، فقال: اراد ان لا یحرج امته[1]

هذا لفظ مسلم فی الصلاة، ومثله للطحاوی، وعند الترمذی صدره فقط، وهو احد لفظی الطحاوی ولمالك ومن طریقه عند مسلم فی الفضائل، خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عام غزوة تبوك فكان یجمع الصلاة، فصلی الظهر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا حتی اذا كان یوما اخر الصلاة، ثم خرج فصلی الظهر والعصر جمیعا، ثم دخل، ثم خرج بعد ذلك، فصلی المغرب والعشاء جمیعا[2]، الحدیث بطوله، وهو بهذا القدر من دون زیادة عند الباقین۔

عامر ابن واثلہ ابوالطفیل، معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا تھا۔ واثلہ نے کہا کہ میں نے پوچھا: "اس کی وجہ کیا تھی؟" تو معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت کو کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور اسی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب و عشا کو ملا کر پڑھا حتی کہ ایک روز آپ نے نماز کو موخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو آخر تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)

وحدیث مالك مرسلاً ومسنداً

من طریق داود بن الحصین عن الاعرج

بطریق داود ابن حصین، اعرج سے، وہ ابوہریرہ

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[2] الصحیح لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۴۶

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یجمع بین الظهر والعصر فی سفره الی تبوک[1]۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

هکذا روی عن یحیٰی مسندا، وهو عند محمد وجمهور رواة الموطا عن عبد الرحمٰن بن هرمز مرسلا۔ وعبد الرحمٰن، هو الاعرج۔

یہ حدیث یحیٰی سے بھی اسی طرح مسنداً مروی ہے، مگر محمد اور موطا کے اکثر راوی اس کو عبد الرحمٰن ابن ہرمز سے مرسلاً روایت کرتے ہیں، اور عبد الرحمٰن، وہی اعرج ہے۔

وهو عند البزار عن عطاء بن یسار عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر[2]۔

اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (ت)

وحدیث ۲:

احمد وابن ابی شیبة بطریق حجاج ابن ارطاة، مختلف فیه، عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده وهو عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنهما قال: جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین الصلاتین فی غزوه بنی المصطلق[3]۔

احمد اور ابن ابی شیبہ بطریقہ حجاج ابن ارطاۃ، جو مختلف فیہ ہے، عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اس کے دادا سے، یعنی عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (ت)

وحدیث ترمذی فی کتاب العلل

حدثنا ابو السائب عن الجریری عن ابی عثمٰن عن اسامة بن زید رضی الله تعالیٰ عنهما قال، کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه

حدیث بیان کی ہم سے ابو السائب نے جریری سے، اس نے ابو عثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] موطا امام مالک الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۴-۲۵

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۳۰

[3] المصنف لابن ابی شیبہ " " مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۵۸

وسلم اذا جد به السیر جمع بین الظهر و العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی: سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا الحدیث، فقال: الصحیح: هو موقوف عن اسامة بن زید[1]۔

وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد، یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پُوچھا تو انھوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر موقوف ہے۔ (ت)

وحدیث:

احمد بطریق ابن لهیعة عن ابن الزبیر قال، سألت جابرا رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، هل جمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم بین المغرب والعشاء؟ قال، نعم، عام غزونا بنی المصطلق[2]۔

احمد بطریقہ ابن لہیعہ، ابوالزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پُوچھا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوۂ بنی مصطلق کے لیے گئے تھے"۔ (ت)

وحدیث ابن ابی شیبه وابوجعفر طحاوی

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلٰی عن هذیل، و اما الاٰخر فعن ابی قیس الاودی عن هذیل بن شرجبیل عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم جمع، ولفظ الاٰخر کان یجمع، بین الصلاتین فی السفر[3]۔

پہلے (یعنی ابن ابی شیبہ) بطریقہ ابن ابی لیلٰی، ہذیل سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی) ابوقیس اودی سے، وُہ ہذیل ابن شرجیل سے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کے دوران جمع کیا ——— طحاوی کے الفاظ یوں ہیں: "جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران"۔ (ت)

وللطبرانی فی معجمیه الکبیر و الاوسط عنه رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال، جمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلّم

اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں، یعنی کبیر اور اوسط میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر و عصر

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/۱۴۹

نوٹ: یہ حوالہ مجھے ترمذی کی کتاب العلل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدۃ القاری سے ملا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبداللہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۳/۳۴۸

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من قال یجمع المسافر بین الصلوتین مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۵۸

بین الظہر والعصر، والمغرب والعشاء، فقیل لہ فی ذلک، فقال: صنعت ذلک لئلا تحرج امتی۔[1]

اور مغرب وعشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لیے کیا ہے تاکہ میری اُمّت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

و حدیث ۱۰

طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر۔[2]

طبرانی معجم اوسط میں ابونضرہ سے، وہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

و حدیث ۱۱ مرسل وبلاغ مالک

انہ بلغہ عن علی بن حسین، ھو ابن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم انہ کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ، جمع بین الظہر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء۔[3]

مالک کو علی ابن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے تو مغرب وعشاء کو جمع کرلیتے تھے۔ (ت)

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کرکے فرماتے ہیں:

بھذا ناخذ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولٰی منھما فتصلی فی اٰخر وقتھا، وتعجل الثانیۃ فتصلی فی اول وقتھا۔[4]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کرکے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کرکے اول وقت میں۔ (ت)

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر جمع فرماتے ہم

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۲۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۹

[2] معجم اوسط، حدیث نمبر ۵۵۵۸ مکتب المعارف ریاض۔ ۶/۲۶۲

[3] مؤطا امام مالک جمع بین الصلاتین " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۶

[4] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۱

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ ملا جی تو ایک ہوشیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لیے یوں گول در پردہ کہہ گئے[ف] کہ جمع بین الصلاتین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ[1] سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر پندرہ۱۵ صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ اُن میں فقط جمع کرنا رسول اللہ[2] کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ اُن حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لیے وُہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں اھ ملخصاً۔

اقول بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہِ تلبیس پندرہ۱۵ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جا بجا عوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سُنانا کیا مقتضائے مُلّائیت ہے اب تو ملا جی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں، رہے وُہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر نا قابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لاتے اور وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں، اُن روایات کا حال بھی عنقریب اِن شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہو گا کہ دعوٰی کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ پیرا آتا ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف وسقوط میں ہے حتی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر مُلّا جی اپنی مُلّائیت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے ؎

چلا تو ہے وہ بت سیمتن شب وعدہ
اگر حجاب نہ روکے حیا نہ یاد آئے

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سُن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں،

---

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم ۱۲ منہ (م)، [ف] معیار الحق ص ۳۶۶

بعد ذکر احادیث فرمایا[1] یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا[2]، نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر لکھا[3]، احادیث صحاح جو جمع بین الصلاتین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل ؎

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرقریزی دو حدیثیں تلاش کرکے لائے وہ بھی ثمرۂ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے۔

حدیث اوّل بعض طرقِ حدیث سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویۂ کبار ائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماہیر ائمہ وحفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ، منہم سفیٰن الثوری وقرۃ بن خالد ومالک بن انس واٰخرون، اما سفیٰن فعند ابن ماجۃ، واما قرۃ فعند خالد بن الحارث عند مسلم، وعبدالرحمٰن بن مھدی عند الطحاوی، واما مالک فعنہ الشافعی فی مسندہ، وابن وھب عند الطحاوی، وابوالقاسم عند النسائی، وابو علی الحنفی عند الدارمی، وعن الدارمی مسلم فی صحیحہ۔

اس حدیث کو ابو الزبیر سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد ابن حارث نے جو روایت لی ہے وہ مسلم میں ہے، اور جو عبدالرحمان ابن مہدی نے لی ہے وہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وہب نے لی ہے وہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابو القاسم نے لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

یہی اہلِ علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یوں آئی: ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھما جمیعا، واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار، وکان اذا ارتحل بعد المغرب

---

[1] معیار الحق ص ۳۸۳ [2] ایضاً ص ۴۱۸ [3] ایضاً ص ۴۰۳

عجل العشاء فصلاها مع المغرب[1]۔ رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیہقی۔ زاد الترمذی بعد قولہ: اذا ارتحل بعد زیغ الشمس، عجل العصر الی الظہر وصلی الظہر والعصر جمیعا۔ الحدیث[2]۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کُوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کُوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر وعصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کُوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کُوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے حیث قال: حدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ، حدیث غریب، والمعروف عند اہل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظہر والعصر، وبین المغرب والعشاء۔ رواہ قرۃ بن خالد وسفین الثوری ومالك وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی[3]۔

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وُہ حدیث جو لیث نے یزید ابن ابی حبیب سے، اس نے ابوالطفیل سے، اس نے معاذ سے روایت کی ہے، وہ غریب ہے اور اہلِ علم کے نزدیک معروف معاذ کی وُہ حدیث ہے جو ابوالزبیر نے بواسطہ ابوالطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا۔ اس کو قرۃ ابن خالد، سفیان ثوری، مالک اور دوسروں نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ائمۂ شان مثل ابوداود وترمذی وابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سوا قتیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا[4] کما نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکانی الظاہری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح منتقی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا۔ ت) امام ابوداوٗد نے

---

[1] سنن ابی داوٗد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۲

[2] جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۷۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۳

منکر کہا[1] کما فی البدر المنیر وعنہ فی النیل (جیسا کہ بدر منیر میں ہے اور اس سے نیل الاوطار نے نقل کیا ہے) بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکر وحیلہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کردیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلعی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ وظاہریہ قائلان جمع بین الصلاتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا ومواہب و شوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس و امام ابوداؤد و ابوعبداللہ حاکم و امام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابوداؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئیگا۔ ت) تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملا جی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی بے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ وغیرہما رواۃ و قبول تفرد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالت فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذاللہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ ضعیف ہیں، ملا جی باین پیرانہ سالی و دعوے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف وثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رَد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابوداؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری و ابوسعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ اُنھیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑگئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا، وثاقتِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رَد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح ومجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رَد پر آتے ہیں خوفِ خدا وشرمِ دُنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعمِ تعلیق رَد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رَد کرنے کے لیے آپ نے سیکھے ہیں،

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۳

كما تقدم، ومن يشبه اباءه فما ظلم. **ثم اقول**، وتحسين الترمذی يرجع الىٰ حديث معاذ، لقوله، حديث معاذ حديث حسن غريب۔ واذا اتى على هذه الرواية لم يحسنه، انما قال: وحديث الليث عن يزيد غريب۔ وافاد انه خلاف المعروف، فقال: والمعروف عند اهل العلم حديث معاذ[1]۔ الخ واما ابن حبان فلا نعلم له فضلا على ابی سعيد بن يونس، فانه ايضا ثقة، ثبت، حافظ، امام من ائمة الشان، كلاهما من الاقران، من تلامذة الامام النسائی ابی عبد الرحمٰن۔ و ابن يونس، لنزاهته من نفس فلسفی، احب الى الناس من ابن حبان۔ وقد قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات الشافعية: ربما غلط الغلط الفاحش فی تصرفاته[2]، كما نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ۔ فانی يدانی اباداود، فضلا ان يوازيه، فضلا ان يباريه. فضلا عن ذالك الجبل الجليل محمد بن اسمعيل. وقد عرف بالتساهل فی باب التصحيح؛ بل والتحسين، هو والترمذی، كما نص

جیسا کہ گذرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے اس کا کوئی قصور نہیں. **ثم اقول** پھر میں کہتا ہوں، کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ کہا کہ لیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے. ترمذی نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف، معاذ کی وہ حدیث ہے الخ. رہا ابن حبان تو اسکی سعید ابن یونس پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک امام ہے. دونوں ہم زمان ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی کے شاگردوں میں سے ہیں: تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابوداود کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چہ جائیکہ اس کا ہمسر ہو، چہ جائیکہ اس کے مقابل ہو۔ اور علم کے عظیم پہاڑ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے میں متساہل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ اور ترمذی

---

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ١/٢٧

[2] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ ابن حبان مطبوعہ حیدرآباد دکن ٣/١٢٦

علیه الائمة وحققناه فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث علی ان الجرح مقدم فی مثل المقام، فان من اثبت فانما نظر الی ثقة الرواة، ولم یطلع علی ما اطلع علیه غیره من العلة، ومن یعلم قاض علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل اعلم۔

متساہل ہیں، جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "مدارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء، حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وُہ صرف راویوں کا ثقہ ہونا مدِنظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی نسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

ثمّ اقول اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام علما طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے نظرِ تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفرِ تبوک میں ظہر وعصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کُوچ ہوتا تو راہ میں اُتر کر ورنہ منزل ہی پر پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا ارتحل بعد ن یغ الشمس میں خواہی نخواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا صلی ثم سار ہے بلکہ الفاظ اخر الظھر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کرکے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم ومتبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں، ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی وابو الفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر وتعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح منتقی میں کہا:

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجه النسائی عن ابن عباس، بلفظ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الظھر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا، اخر الظھر وعجل العصر، واخر المغرب وعجل العشاء۔ فھذا ابن عباس،

جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہوجاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب وعشا کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشا میں تعجیل فرمائی تو یہ ابن عباس

راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[1]۔

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

ومن المؤیدات للحمل علی الجمع الصوری ایضا، ما اخرجہ ابن جریر عن ابن عمرؓ قال، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فکان یؤخر الظہر و یعجل العصر فیجمع بینھما، ویؤخر المغرب و یعجل العشاء فیجمع بینھما۔ وھذا ھو الجمع الصوری[2]۔

جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

معہذا ظہر و مغرب کا جب وقت کھو دینا ٹھہرا تو عصر و عشا میں جلدی کا ہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن تو حدیث اُسی طرف ناظر، بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی اُنھیں احادیث مجملۃ الکیفیۃ سے ہے جسے مُلّاجی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا الحمدللہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں :

(جمع بین الظھر والعصر) ای فی المنزل، بان اخر الظھر الٰی اٰخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔

(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعجیل کرکے اول وقت میں پڑھا۔ (ت)

پھر فرمایا :

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق[3]۔

(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)

---

[1] و [2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب الجمع المقیم لمطر و غیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۲۵

حدیث دوم اورتم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وُہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں، نشان نہیں، بُو نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلینِ جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شراح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کرجاتے ہیں لکھدیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملّا جی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے آنکھیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا بحکم لکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گری ہُوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے ت) جھٹ خوش خوش اٹھالائے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء، فتوضأ فصلی لنا الظھر والعصر[۱]۔ ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ، فصلی بالبطحاء الظھر رکعتین والعصر رکعتین[۲]۔

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بطحاء میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر وعصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یُوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بطحاء میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (ت)

سچ تو ہے مُلّاجی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہوکر وضو کیا اور ظہر وعصر دونوں اُسی موضع بطحاء میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، ملّا جی تو آپ جانیں ایک ہوشیار بھی خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہٰذا یہ نا مندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یُوں اپنی نحودانی کے پردے کھولے کہ باجرہ[ف] خروج ووضو وصلاۃ سب کی ظرف ہے اور فا ترتیب بے مہلت کے لیے تو بمقتضائے فا معنے یہ ہُوئے کہ یہ سب کام باجرہ ہی میں ہولیے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلّے توضأ سے بے مہلت مربوط تو معطوف معمول کو جُدا کرلینا کیونکر جائز اھ ملخصاً مہذباً مترجماً۔ اس پر بہت وجوہ سے رد ہیں، مثلاً:

---

[۱] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۶

[۲] الصحیح للبخاری کتاب المناقب باب صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/۵۰۲

ف معیار الحق ص ۳۶۷ - ۳۶۹

اول فا کو ترتیب ذکری کافی، مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتیب علٰی سبیل التعقیب ولو فی الذکر[1]

فا ترتیب کے لیے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب ذکر میں ہو۔ (ت)

ثانی عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت[2] (جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے۔ ت) تزوج فولد لہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فا نہیں، ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

ثالث باجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر باجرہ میں ہو کر وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر بلا مہلت اُس کے بعد ہو، باجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے کما فی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل۔

رابع حدیث مروی بالمعنٰی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و واو وغیرہا سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ۔ یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلہا فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جوابات ترک کر دیئے ہیں۔ ت) **وانا اقول** وبحول اللّٰہ اصول۔

خامس باجرہ کو ظرف افعال ثلٰثہ کرنا محض ادعائے بے دلیل ہے" و" تعقیب چاہتی ہے۔ اتحاد زمانہ نہیں چاہتی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس ظرفیت ثلٰثہ فا سے ثابت یا خارج سے اول بداہۃً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فا لغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنے ہوئے اور عجیب تر۔

سابع ذرا صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الٰی منٰی فاھلوا بالحج ورکب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والفجر[3]

جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہُوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حج کا احرام باندھ کر منٰی کو چلے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے تو منٰی میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ٦١

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفی بحث الفاء للتعقیب مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ١/٢٣٣

[3] الصحیح لمسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٣٩٦

ملّا جی وہی فا ہے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنے صلی الظھر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں، اور یہ قطعاً محاورۂ عامۂ شائعۂ سائغہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعوی کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت)

ثامن کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر ماننا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیتِ مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنے متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کر لانا سہل ہے محل ومقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشر آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جابجا تاویلاتِ رکیکہ باردہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتوی کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقتِ ظہر یک مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتی ساوی الظل التلول کے معنے بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے؛ منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں[1]۔ اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوتیں مخالفتِ ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہوگئیں۔

حادی عشر طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اُٹھا کر چلے کہ وُہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھئے جن میں فاء سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انھیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بطریق شعبۃ عن الحکم، قال: سمعت ابا جحیفۃ، قال، خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ، ثم صلی الظھر

بطریق شعبہ، وہ حکم سے راوی ہے کہ میں نے ابو جحیفہ کو کہتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف نکلے تو وضو کیا، پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور

---

[1] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴

ركعتين والعصر ركعتين[1]

عصر کی دو رکعتیں۔ (ت)

نیز باب مذکور

بطریق مالك بن مغول عن عون عن ابیه، وفیه، خرج بلال فنادی بالصلاة، ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، فوقع الناس علیه یاخذون منه، ثم دخل فاخرج العنزة، وخرج رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، کانی انظر الی وبیص ساقیه، فرکز العنزة، ثم صلی الظهر رکعتین والعصر رکعتین[2]۔

بطریقہ مالک ابن مغول، وہ عون سے، وہ اپنے والد سے۔ اس روایت میں ہے کہ بلال (خیمے سے) نکلے اور نماز کے لیے پکارا، پھر اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے آئے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے، بلال پھر اندر گئے اور عصا نکال لائے، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے ۔۔ گویا کہ میں اب بھی آپ کی ساقین کی چمک دیکھ رہا ہوں ۔۔ بلال نے عصا (بطور سُترہ) زمین پر گاڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

چلے کہاں کو، ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے، تیسرا اور لیے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے، صحیح مسلم شریف

بطریق سفین نا عون بن ابی جحیفة عن ابیه، وفیه، فخرج النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فتوضأ، واذن بلال، ثم رکزت العنزة، فتقدم فصلی الظهر رکعتین، ثم صلی العصر رکعتین، ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینة[3]۔

بطریقہ سفین، وہ عون سے، وہ اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور بلال نے اذان دی، پھر عصا گاڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، تو ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد مدینہ کو واپسی تک دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۲

[2] صحیح البخاری " " " " " " " " ۱/ ۵۰۳

[3] صحیح المسلم کتاب الصلاۃ، باب سترۃ المصلی الخ " " " " ۱/ ۱۹۶

ملا جی! اب مزاج کا حال بتائیے ؎

حفظت شیأ وغابت عنك اشیاء

(تُو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ ت)

الحمدللہ اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام بروجہ احسن پایا۔ اب حسب فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضۂ اولٰی: ہمارے اجلّۂ ائمہ حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملّا جی کے امام ظاہریہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کررہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا:

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[1]۔

جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں:

قال ابوداود: ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[2]۔

ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)

امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قلت، حکی عن ابی داؤد انه انکر ھذا الحدیث، وحکی عنه ایضا، انه قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3]۔

میں نے کہا: ابوداؤد سے منقول ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے (ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حکی عن ابی داود انه قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم۔ نقله میرك۔ فھذا شهادة بضعف الحدیث وعدم قیام الحجة للشافعیة[4]۔

ابوداؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: قد قال ابوداؤد:

---

[1] شرح الزرقانی علی الموطا الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ مصر ۱/۲۹۲

[2] تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۸۹

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ دمشق ۷/۱۵۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۲۵

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[1] (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ ت) بعینہٖ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح موطائے امام مالک ونیز شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے: قال ابوداود: ھذا حدیث منکر ولیس فی جمع التقدیم حدیث قائم[2] بھلا ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرماگیا جسے علمائے مابعد حتی کہ قائلانِ جمع بھی بلانکیر وانکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا، اب مُلّاجی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کردوں یہ کیونکر بنے مگر قیامت ف **لطیفہ** دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجلائی نظروں سے جل کر فرمایا: کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی فقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول مُلّاجی! ان جھنجلاہٹوں میں حق بجانب تمھارے ہے تم دل کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل نہ تھے یہ حنفی لوگ عبث تمھیں چھوڑ کر بوکھلائے دیتے ہیں بھلا **اوّلاً** اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح وتعدیل وتصحیح وتضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں لکھ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انھیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور اُن سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وُہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ (وہابی کے لیے وُہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں۔ ت)

افاضۂ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مروی احمد وشافعی وعبدالرزاق وبیہقی:

وھذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس عن عکرمۃ و

اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۳۰۲

[2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۳

ف. معیار الحق ص ۳۷۴

كريب عن ابن عباس رضي الله تعالٰى عنهما قال، الا اخبركم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم في السفر؟ قلنا: بلى۔ قال، كان اذا زاغت الشمس في منزله جمع بين الظهر والعصر، قبل ان يركب، واذا لم تزغ له في منزله سار، حتى اذا كانت العصر، نزل فجمع بين الظهر والعصر۔ واشار اليه ابوداود تعليقاً[1]، فقال: رواه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم، ولم يذكر لفظه[2]۔

کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پُوچھا: "کیا میں تمھیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: "کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انھوں نے کہا کہ اگر جائے قیام پر زوال ہوجاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابوداؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبداللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مگر ابوداؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)

خود قائلانِ جمع اس کا ضعف تسلیم کرگئے شاید اسی لیے کچھ سوچ سمجھ کر ملاجی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یحیٰی نے فرمایا: ضعیف۔ ابوحاتم رازی نے فرمایا: ضعیف، یکتب حدیثه ولا یحتج به[3] (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ ت) ابوزرعہ وغیرہ نے کہا: لیس بقوی (قوی نہیں ہے۔ ت) جوزجانی نے کہا: لایشتغل به[4] (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ ت) ابنِ حبان نے کہا: یقلب الاسانید ویرفع المراسیل[5] (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مراسیل کو مرفوع

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۶۷

[2] سنن ابی داوٗد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

مصنف، ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۴۸

[3] ارشاد الساری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ " دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/۳۰۲

[4] میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبداللہ ۲۰۱۲ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۳۷

[5] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین " مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۴

بنا دیتا تھا۔ ت) محمد بن سعد نے کہا، کان کثیر الحدیث، ولم ارھم یحتجون بحدیثه (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروك الحدیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا، تركت حدیثه[1] (میں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا: ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زرقانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن له شاهد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن عباس، لا اعلمه الا مرفوعا، انه کان اذا انزل منزلا فی السفر فاعجبه اقام فیه، حتی یجمع بین الظهر و العصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتهیأ له المنزل مد فی السیر فسار حتی ینزل، فیجمع بین الظهر والعصر۔ خرجه البیهقی، و رجاله ثقات، الا انه مشکوك فی رفعه، والمحفوظ انه موقوف۔ وقد اخرجه من وجه اٰخر، مجزوما بوقفه علی ابن عباس، ولفظه، اذا کنتم سائرین، فذکر نحوه[2]۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے، حماد ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اُترتے تھے اور وہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر و عصر کو یکجا پڑھتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اُتر کر ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تو یُوں کیا کرو کہ .....) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (ت)

شرح مؤطا میں اسے ذکر کرکے فرمایا: وقد قال ابوداؤد لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3] (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت)

اقول وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ٣/٢٤٤

[2] ارشاد الساری شرح بخاری باب یوخر الظہر الی العصر اذا ارتحل الخ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ٢/٣٠٣

[3] شرح الزرقانی علی المؤطا امام مالک الجمع بین الصلوتین والحضر والسفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ١/٢٦٢

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہوجاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہوکر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہٖ اسی بیان سے شاہد کا سارحتی ینزل فیجمع جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہٖ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے و باللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے:

اخبرنی ابن ابی یحیٰی عن حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فذکر الحدیث، وفیہ جمع بین الظہر والعصر فی الزوال[1]۔

خبر دی مجھے ابن ابی یحیٰی نے حسین ابن عبداللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مسند رجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے۔ (ت)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحیٰی رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے امام اجل یحیٰی بن سعید بن قطان و امام اجل یحیٰی بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا: کذاب تھا۔ امام احمد نے فرمایا: ساری بلائیں اُس میں تھیں۔ امام مالک نے فرمایا: نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری نے فرمایا: ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے:

ابرھیم بن ابی یحیی، احد العلماء الضعفاء، قال یحیی بن سعید: سألت مالکا عنہ، اکان ثقۃ فی الحدیث؟ قال: لا، ولا فی دینہ۔ وقال یحیی بن معین، سمعت القطان یقول: ابرھیم بن ابی یحیی کذاب۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل، قال: ترکوا حدیثہ، قدری، معتزلی، یروی احادیث لیس لہا اصل۔ وقال البخاری: ترکہ ابن المبارک والناس۔ وروی عبداللہ بن احمد عن ابیہ، قال: قدری، جہمی،

ابراہیم بن ابی یحیٰی ضعیف علماء میں سے ایک ہے۔ یحیٰی ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پُوچھا کہ کیا وُہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا؟ انھوں نے جواب دیا: نہ وُہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا، نہ دین میں۔ اور یحیٰی ابن معین نے کہا: میں نے قطان کو کہتے سُنا ہے کہ ابراہیم ابن یحیٰی کذاب ہے۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: علماء نے اس کی حدیث کو ترک کردیا ہے، قدری ہے، معتزلی ہے، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ بخاری نے کہا: ابن مبارک نے اور لوگوں نے

---

[1] مسند الشافعی

کل بلاء فیه، ترك الناس حدیثه، وروی عباس عن ابن معین، کذاب، رافضی۔ وقال محمد بن عثمٰن بن ابی شیبة: سمعت علیا یقول، ابرھیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وقال النسائی والدارقطنی وغیرھما، متروك[1]۔

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبداللہ ابن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: قدری ہے، جہمی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، ابنِ معین سے ناقل ہے کہ وہ کذاب ہے، رافضی ہے۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو کہتے سُنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ نسائی، دارقطنی اور دُوسروں نے کہا کہ متروک ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابن حبان، کان یکذب فی الحدیث[2]۔

ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں جھُوٹ بولتا تھا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابو محمد الدارمی: سمعت یزید بن ھارون، یکذب ابرھیم بن ابی یحییٰ[3]۔

ابو محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کو جھُوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

عن الزھری وصالح مولی التوأمة وعنه الشافعی واٰخرون، قال عبداللہ بن احمد عن ابیه، کان قدریا، معتزلیا، جھمیا، کل بلاء فیه۔ قال ابو طالب عن احمد بن حنبل، ترك الناس حدیثه، وکان یأخذ احادیث الناس فیضعها فی کتبه۔ وقال یحیی القطان: کذاب۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم: قلت لیحیی بن

زہری اور صالح مولی التوأمہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معتزلی تھا، جہمی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابو طالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا۔ یحییٰ قطان نے کہا: جھُوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا: میں نے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/ ۵۷ - ۵۸
[2] " " " " " " " " ۱/ ۶۰
[3] " " " " " " " "

معین: فابن ابی یحیٰی؟ قال: کذاب[1]

یحیٰی ابن معین سے ابن ابی یحیٰی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: کذّاب ہے۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین وابوداود: رافضی کذاب[2] (ابن معین اور ابوداود نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔ ت) لاجرم تقریب میں ہے: متروک[3] اھ الکل باختصار۔ یہاں تک کہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان[4] فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالٰی اعلم۔

افاضۂ ثالثہ: یوں ہی حدیث دارقطنی:

حدثنا احمد بن محمد بن سعید ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثنا محمد بن الحسین بن علی بن الحسین ثنی ابی عن ابیه عن جده عن علی رضی الله تعالٰی عنه قال کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا ارتحل حین تزول الشمس جمع بین الظهر والعصر، فاذاجد به السیر اخر الظهر وعجل العصر، ثم جمع بینهما[5]۔

حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن محمد ابن سعید نے منذر ابن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین سے، اس نے اپنے والد علی ابن امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انھوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال کے وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر کو مؤخر کرکے اور عصر کو مقدم کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا:

لایصح اسنادہ، شیخ الدارقطنی هو ابوالعباس بن عقدة، احد الحفاظ،

اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد) ابوالعباس ابن عقدہ ہے، جو اگرچہ حفاظِ حدیث

---

[1] خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال الخ ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحیٰی ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) ۱/ ۵۵

[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/ ۲۲۷

[3] تقریب التہذیب " " " " مطبوعہ الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا، پاکستان ص ۲۳

[4] میزان الاعتدال ترجمہ عبدالکریم ابن ابی المخارق ۱۵۴۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت لبنان ۲/ ۶۴۶

[5] سنن الدارقطنی باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹۱

لکنه شیعی (**قلت**: بل نص فی موضع اخر من المیزان، فیه وفی ابن خراش، ان فیهما رفضا و بدعة۔ اھ) وقد تکلم فیه الدارقطنی وحمزة السهمی و غیرهما۔ و شیخه المنذر بن محمد بن المنذر، لیس بالقوی ایضا قاله الدارقطنی ایضا۔ و ابوه وجده یحتاج الی معرفتهما۔[1]

میں سے ہے لیکن شیعہ ہے۔ میں نے کہا: بلکہ میزان کے ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں رفض اور بدعت پائی جاتی ہے۔ خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر بھی زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دارقطنی نے کہی ہے۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔ (ت)

اقول وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سُورج ڈھلتے ہی کُوچ ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُرظاہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا پیش از زوال ظہر عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے، یہی جمع صوری ہے کما لایخفی۔

افاضۂ رابعہ: حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف ومحفوظ ومروی جماہیر ائمہ ثقات وعدول مذکور صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہا عامہ دواوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اگر دوپہر ڈھلنے سے پہلے کُوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کرکے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظھر ثم رکب[2] ظہر پڑھ کر سوار ہوجاتے جس سے بحکم مقابلہ وسکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملاتے ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرھما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر وعصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے۔ حاکم نے اربعین میں بطریق

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحٰق الصاغانی عن حسان بن عبد اللہ عن المفضل بن فضالة عن عقیل عن

ابو العباس محمد ابن یعقوب نے محمد بن اسحٰق صاغانی سے، اس نے حسان ابن عبد اللہ سے، اس نے مفضل ابن فضالہ سے، اس نے عقیل سے، اس نے

---

[1] عمدۃ القاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق ۱۴۹/۷

[2] صحیح بخاری باب اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۰/۱

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر ثم رکب[1]۔

ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہوجاتا تو ظہر وعصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (ت)

جعفر فریابی نے بتفرد خود اسحٰق بن راہویہ سے روایت کی:

عن شبابۃ بن سوار عن اللیث عن عقیل عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظہر والعصر جمیعا ثم ارتحل[2]۔

شبابہ ابن سوار سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور زوال ہوجاتا تھا، تو ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ (ت)

اوسط طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن ابرھیم بن نصر بن شبیب الاصبہانی قال ثنا ھارون بن عبداللہ الحمال ثنا یعقوب بن محمد الزہری ثنا محمد بن سعدان ثنا ابن عجلان عن عبید اللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظہر والعصر جمیعاً[3]۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن نصر بن سندر اصبہانی نے ہارون ابن عبداللہ حمال سے، اس نے یعقوب ابن محمد زہری سے، اس نے محمد ابن سعدان سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے عبداللہ بن فضل سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

روایت اسحٰق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا اسمٰعیل نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرھا۔

اقول: الامام اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لاکلام فی جلالۃ قدرہ وعظمۃ فخرہ، لکن نص الامام ابوداود انہ

میں کہتا ہوں: امام اسحٰق رضی اللہ تعالٰے عنہ کی قدر اور عظمت افتخار میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے

---

[1] اربعین للحاکم

[2] میزان الاعتدال بحوالہ جعفر فریابی ترجمہ ۱۴۳۲ دارالعرفۃ بیروت ۱ / ۸۳

[3] معجم الاوسط حدیث ۷۵۴۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۸ / ۲۷۱ - ۲۷۲

كان تغير قبل موته باشهر، قال، وسمعت منه فی تلك الايام فرميت به[1]۔ كما فی التذهيب۔ وذكر الحافظ المزی حديثه الذی زاد فيه علی اصحاب سفين، فقال: اسحٰق اختلط فی اخر عمره[2]۔ كما فی الميزان۔ ولا شك انه رحمه الله تعالٰی كان كثير التحديث عن ظهر قلبه، املی المسند كله من حفظه[3]۔ كما فی التذهيب، قال: قال احمد بن اسحٰق الضبعی، سمعت ابرهيم بن ابی طالب يقول: فذكره۔ فلا غرو ان يعتريه خطؤ فی حديث او حديثين، ومن المعصوم عن مثل ذلك فی سعة ما روی وكثرته؟

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آگیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ انھی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تذہیب میں ہے۔ اور حافظ مزی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحابِ سفین کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحٰق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہوگیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحٰق (رحمہ اللہ تعالٰی) بیشتر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے پورا مسند اپنی یاد سے املا کرادیا تھا، جیسا کہ تذہیب میں ہے کہ احمد بن اسحٰق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے (اس کے بعد انھوں نے وہی مسند کے املاء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحٰق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہوجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس قدر وسیع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے؟ (ت)

لاجرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحٰق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گنا۔

حيث قال: وكذا احديث رواه جعفر الفريابی ثنا اسحٰق بن راهويه ثنا شبابة عن الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن انس رضی الله تعالٰی عنه كان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اذا كان فی سفر فزالت

چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے روایت کیا ہے فریابی نے اسحٰق ابن راہویہ سے، اس نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں

---

[1] میزان الاعتدال بحوالہ ابوداؤد ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۶

الشمس صلی الظھر والعصر ثم ارتحل۔ فھذا علی نبل رواتہ منکر، فقد رواہ مسلم عن الناقد عن شبابۃ (وذکر لفظہ) تابعہ الزعفرانی عن شبابۃ، واخرجہ خ م من حدیث عقیل عن ابن شھاب عن انس (وذکر لفظہ، ای ولیس فی شئ منھا، والعصر۔ قال:) ولاریب ان اسحٰق کان یحدث الناس من حفظہ، فلعلہ اشتبہ علیہ[1]۔

ہوتے تھے اور سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر وعصر پڑھتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث راویوں کی عمدگی کے باوجود منکر ہے کیونکہ اس کو مسلم نے ناقد سے اس نے شبابہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں) اسی طرح زعفرانی نے بھی اس کو شبابہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کو عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے مسلم کے الفاظ ذکر کیے ہیں، مقصد یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی کسی روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے (صرف ظہر کا ذکر ہے۔ ذہبی نے کہا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اسحٰق لوگوں کے سامنے اپنی یاد سے حدیثیں بیان کیا کرتا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس کو اشتباہ واقع ہُوا ہو۔ (ت)

اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت نہیں کہ وُہ اگرچہ رجال جماعہ وموثقین ابنائے معین وسعد وابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلّب تھا امام احمد نے اُسے ترک کیا، امام ابو حاتم رازی نے درجۂ حجیت سے ساقط بتایا۔

تہذیب التہذیب امام ابنِ حجر عسقلانی میں ہے:

شبابۃ بن سوار الفزاری، قال احمد بن حنبل: ترکتہ، لم اکتب عنہ للارجاء۔ قیل لہ: یا ابا عبد اللہ! وابومعویۃ، قال: شبابۃ کان داعیۃ۔ وقال زکریا الساجی: صدوق یدعو الی الارجاء، کان احمد یحمل علیہ[2]۔

شبابہ ابن سوار فزاری — احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے حدیثیں نہیں لکھیں کیونکہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ کسی نے کہا کہ (ارجاء کا عقیدہ تو) ابومعاویہ بھی رکھتا ہے۔ احمد نے کہا (ہاں، مگر) شبابہ ارجاء کا داعی تھا۔ زکریا ساجی نے کہا کہ سچا ہے، ارجاء کا داعی ہے۔ احمد اس پر تنقید کیا کرتے تھے۔ ت)

اُسی میں ہے، قال ابوحاتم: صدوق، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ[3] (ابوحاتم نے کہا ہے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ ۷۳۳ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۱۸۳

[2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۳۰۱

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کہ سچا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ ت) اُسی میں ہے:

قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل، کان یدعو الی الارجاء، وحکی عنہ قول اخبث من ھذہ الاقاویل، قال، اذا قال فقد عمل بجارحتہ۔ وھذا قول خبیث، ما سمعت احدا یقولہ[1]۔ 1

ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحٰق عقیدۂ ارجاء کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالٰی) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سُنا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابوبکر محمد بن ابی الثلج، حدثنی ابوعلی بن سختی المدائنی، حدثنی رجل معروف من اھل المدائن، قال، رأیت فی المنام رجلا نظیف الثوب حسن الھیأۃ، فقال لی، من این انت؟ قلت، من اھل المدائن، قال: من اھل الجانب الذی فیہ شبابۃ؟ قلت، نعم! قال فانی ادعو اللہ، فامن علی دعائی: اللھم! ان کان شبابۃ یبغض اھل نبیک فاضربہ الساعۃ بفالج۔ قال: فانتبھت، وجئت الی المدائن وقت الظھر، واذا الناس فی ھرج، فقلت، ماللناس؟ قالوا، فلج شبابۃ فی السحر، ومات الساعۃ[2]۔

ابوبکر محمد بن ابی الثلج نے کہا کہ مجھے ابوعلی ابن سختی مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہلِ مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبابہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دُعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یُوں دُعا کی:) اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کردے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن (کے اس حصے میں جہاں شبابہ رہتا تھا) گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مرگیا ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۴/۳۰۲

روایت حاکم و طبرانی کو خود ملاجی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے[ف۱] ہیں: مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم اوسط طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کرکے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کرکے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کرکے اُن کا جواب دیا۔ لہٰذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو ملاجی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑا مگر ستم۔

لطیفہ: اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے[ف۲] ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الی قولہ) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر ثم رکب۔

اقول ملاجی حنفیہ کی مروی تو بحمد اللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہٖ تعالیٰ اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری و مردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور و متداول کتب میں تحریف کیجئے مردانہ پن کا دعوی ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیکھئے ایک زمانہ میں آپ کو خبط کفری جاگا تھا کہ زمین کے طبقاتِ زیرین میں حضور پُرنور منزہ عن المثل والنظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید اُنھیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھا فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین میں موجود سہی پھر تمھیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اوّلاً واو مطلق جمع کے لیے ہے نہ معیت و تعقیب کے واسطے، جمیعا بھی اُسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ[عہ] خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آیۂ کریمہ وتوبوا الی اللّٰہ

[عہ] بیضاوی شریف میں زیر آیۂ کریمہ قلنا اهبطوا منها جمیعا ہے:

جمیعا، حال فی اللفظ، تاکید فی المعنی، کانه قیل، اهبطوا انتم اجمعون؛ ولذلك لایستدعی اجتماعهم علی الهبوط فی زمان واحد کقولك جاؤا جمیعا۔ اھ ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه (م)

"جمیعاً" لفظاً حال ہے، معنیً تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، "تم سب اترو۔ اسی لیے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے، کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

[ف۱] معیار الحق ص ۳۶۵، ۳۶۶ [ف۲] معیار الحق ص ۳۷۹

جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[1] (اور توبہ کرو اللہ تعالٰی کی طرف تم سب اے اہلِ ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکمِ توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔

ثانیاً اجتماع فی الوقت کہ بذریعہ فردیتِ اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اس کے لیے بھی وضع مانو اُس وقت سے وقتِ نماز مراد نہیں ہوسکتا کہ وضع الفاظ تعیینِ اوقاتِ نماز سے مقدم ہے لفظ جمیعا اپنے معنی لغوی پر اہلِ جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اُس کے وقت سے، تو لاجرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحاد زمانۂ وقوع ومقارنت فی الصدور ہوگا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنے جمیعا کا فرد نہیں بلکہ صریح مباین، لاجرم پھر اُسی معنے واضح و روشن واقل متیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تا صحت حقیقت مجاز کی طرف مصیر نامجاز خصوصاً مستدل کو۔

ثالثاً تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی صلّے جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل وزاہق ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بحمد اللہ آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بُو بھی نہیں، ملّاجی کا قطعی ومفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی، سبحٰن اللہ! کیا ایسی ہی ہوسوں پر توقیت منصوص قرآن ونصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماعِ اُمت ترک کردئے جائیں گے اور خدا ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باندھے ہُوئے اوقات اُلٹ پلٹ ہوسکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دعوٰی بلند اور قرآن عظیم وحدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّد المرسلین سیّدنا ومولانا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

فصل سوم تضعیفِ دلائل جمع تاخیر

الحمدللہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغِ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملّاجی بہزار کاوش وکاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں؛ یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہم مذکورۂ صدر فصل اول وافاضۂ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق والفاظ حدیث اول جمع صوری وحدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو

---

[1] القرآن ۳۱/۲۴ [2] انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفی البابی مصر ص ۱۸

ملا جی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعمِ خود بہت چمک چمک کر دعوے فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے، فقیر غفرلہ المولی القدیر کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل وجمع ما قال وقیل کے لیے نہیں لہذا بعونہٖ تعالٰی وہ افادات تازہ سُنیے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبدِ اذل پر فائض ہُوئے اہلِ نظر اگر مقابلہ کریں جلیل وعظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمائے اور اللہ تعالٰی علم وفضل والا ہے۔ ت)

فاقول وبحول اللہ اصول **حدیث ابن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیشِ نظرِ فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم تے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ۱۴ روایات بخاری و ابوداؤد ونسائی وغیرہم سے اُوپر مذکور ہُوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور ان میں بھی بعض محض موقوف، مثل روایت[1] موطائے امام محمد:

اخبرنا مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء سار حتی غاب الشفق۔[1]

مالک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا تو چلتے رہے تھے یہاں تک شفق غائب ہوگئی تھی۔ (ت)

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیص نہیں مثل روایت[2] بخاری:

حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید، ھو ابن اسلم، عن ابیہ، قال، کنت مع عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بطریق مکۃ، فبلغہ عن صفیۃ بنت ابی عبید شدۃ وجع، فاسرع السیر، حتی اذا کان بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلی المغرب

حدیث بیان کی ہم سے سعید ابن ابی مریم نے، اس کو خبر دی محمد ابن جعفر نے، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والد سے کہ میں مکہ کے راستے میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی۔ اس کے بعد وہ اترے اور

---

[1] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۱۳۱

والعتمة، یجمع بینهما، فقال: انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جد بہ السیر اخر المغرب وجمع بینهما[1]۔

مغرب وعشاء کی نماز پڑھی، دونوں کو جمع کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب انھیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کرکے دونوں کو جمع کرلیتے تھے۔ (ت)

وروایت مسلم:

حدثنا محمد بن مثنی نا یحیی عن عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء، بعد ان یغیب الشمس، ویقول: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء[2]۔ ورواہ الطحاوی فقال: حدثنا ابن ابی داؤد ثنا مسدد ثنا یحیٰی بہ[3]، سنداً ومتناً۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن مثنٰی نے یحیٰی سے، اس نے عبید اللہ سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب وعشا کو جمع کرلیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کرلیتے تھے۔ طحاوی نے بھی ابن ابی داود سے، اس نے مسدد سے، اس نے یحیٰی سے یہی روایت کی ہے، ایک ہی سند اور متن کے ساتھ۔ (ت)

وروایت ابی داود:

حدثنا سلیمٰن بن داود العتکی نا حماد نا ایوب عن نافع ان ابن عمر، استصرخ علی صفیة، وھو بمکة، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم، فقال: ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر فی سفر بین ھاتین الصلاتین،

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داود عتکی نے حماد سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے ظاہر ہوگئے، تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں

---

[1] صحیح للبخاری باب المسافر اذا جد بہ السیر وتعجل الی اہلہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۳

[2] صحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر " " " ۱/۲۴۵

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف ھو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

فسار حتی غاب الشفق، فنزل فجمع بینهما[1]۔

کسی کام کی جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی تو اُترے اور دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ضمیر سار ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی:

حدثنا ابن مرزوق ثنا عارم بن الفضل ثنا حماد بن زید عن ایوب عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، استصرخ علی صفیۃ بنت عبید، وھو بمکۃ، فاقبل الی المدینۃ، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم، وکان رجل یصحبہ، یقول: الصلاۃ، الصلاۃ، وقال لہ سالم: الصلاۃ، فقال، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کان اذا عجل بہ السیر فی سفر جمع بین ھاتین الصلاتین، وانی ارید ان اجمع بینہما، فسار حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بینہما[2]۔

حدیث بیان کی ہم سے ابن مرزوق نے عارم ابن فضل سے، اس نے حماد ابن زید سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں تھے تو آپ کو صفیہ بنت ابی عبید کی شدید علالت کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے چمکنے لگے۔ ابن عمر کے ساتھ ایک شخص تھا جو کہہ رہا تھا "نماز، نماز"۔ سالم نے بھی کہا "نماز" (یعنی نماز کا وقت جا رہا ہے) تو ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اکٹھا پڑھ لوں۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی، اس وقت اتر کر دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ولہذا امام اجل ابو جعفر اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں:

انما اخبر بذلك من فعل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، وذکر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمع، ولم یذکر کیف جمعہ[3]۔

اس میں تو صرف ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور انہوں نے اگرچہ یہ تو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ کیسے جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۰

[2] شرح معانی الآثار " " " " مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

[3] " " " " " " " " " " " " ۱/۱۱۲

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل تکیف کی طرف اشارہ کرکے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد:

حدثنا عبد الملك ابن شعیب نا ابن وهب عن اللیث، قال: قال ربیعة، یعنی کتب الیه، حدثنی عبد الله بن دینار، قال، غابت الشمس، وانا عند عبد الله بن عمر، فسرنا، فلما رأیناه قد امسی، قلنا: الصلاۃ، فسار حتی غاب الشفق وتصوبت النجوم، ثم انه نزل فصلی صلاتین جیعا، ثم قال، رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا جد به السیر صلی صلاتی هذه، یقول یجمع بینهما بعد لیل[1]

حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک ابن شعیب نے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ ربیعہ نے میری طرف لکھا کہ عبداللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبداللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہوگئی تو ہم نے کہا "نماز"، مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی اور تارے نمایاں ہوگئے، اس وقت آپ اُترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھی پڑھتے تھے۔ (ت)

روایت ترمذی:

حدثنا هناد نا عبدة عن عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما، انه استغیث علی بعض اهله فجد به السیر، واخر المغرب حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بینهما، ثم اخبرهم: ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یفعل ذلك اذا جد به السیر۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح[2]

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدۃ سے، اس نے عبیداللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملاکر پڑھا، بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابوعیسٰی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۲
[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۷۲

روایت نسائی ؛

اخبرنا اسحٰق بن ابرھیم ثنا سفیٰن عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن عن شیخ من قریش ، قال ، صحبت ابن عمر الی الحمی ، فلما غربت الشمس ، ھبت ان اقول لہ ، الصلاۃ ، فسار حتی ذھب بیاض الافق و فحمۃ العشاء ، ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات ، ثم صلی رکعتین علی اثرھما ، قال ، ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل[1]۔

خبر دی ہمیں اسحٰق ابن ابراہیم نے سفیٰن سے ، اس نے ابونجیح سے ، اس نے اسمٰعیل ابن عبدالرحمان سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں کہہ سکا چنانچہ وُہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفق کی سفیدی ختم ہوگئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑگئی ، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں ، پھر متصلاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)

بظاہر زیادہ مستحقِ جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدیر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ وتقریرات صافیہ ووافیہ بیان کرے کہ ان تینوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالٰی کفایت کریں۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق۔

جواب اوّل اسی حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف وواشگاف بآواز بلند تصریحات قاہرہ فرمارہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نمازِ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروبِ شفق کے بعد ، اور اسی کو حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اُن روایاتِ صحاح وحسان وجلیلۃ الشان پر پھر نگاہِ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحبزادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنی روایات مرویہ صحیح بخاری وسنن نسائی وصحیح اسمٰعیلی وغیرہا میں فرمارہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ٹھہر کر عشاء۔ عبداللہ بن واقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروبِ شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی ، طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص ورفیق سفر وحضر ابن عمر کہ ان غروبِ شفق

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت ، الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

والی سات روایتوں میں چار انھیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سُنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہا میں یُوں ہی واضح وجلی تر فرمارہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمانا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یُوں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، للہ انصاف! ان صاف الفاظ مفسر نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل وتبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصّہ صفیہ زوجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انھیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انھیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سُنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور:

انہ لم یر ابن عمر جمع بینہما قط، الا تلک اللیلۃ، یعنی لیلۃ استصرخ علی صفیۃ[1] اھ اما ما قال: وروی من حدیث مکحول عن نافع: انہ رأی ابن عمر فعل ذلک مرۃ اومرتین[2]۔ اھ فاقول: فیہ شک والشک لا یعارض الجزم۔

کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا یا دوبار، تو میں کہتا ہُوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

حدیث نسائی وطحاوی میں انھیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انھیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترے اس بار دیر لگائی، روایت نسائی وطحاوی وحجج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز انھیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے توجب تک صراحۃً تعدد ثابت نہ ہوتا اُس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصّہ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب وبعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فسقط ما التجأ الیہ بعض المتأخرین، من العلماء المخالفین فی المسألۃ، ظنا منہ انہ یدرؤ بہ التعارض، وما کان

وہ توجیہ ساقط ہوگئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہوجائیگا، حالانکہ اس

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱
[2] " " " " " " " "

لیندرئے بہ ۔	توجیہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود ملا جی کو بھی ماننا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصۂ صفیہ میں حدیث سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم بطریق کثیر بن قاروندا مروی سنن نسائی پر براہِ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گھڑ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رَد کردیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہٰذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ ہفتم افادۂ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سُن چکے اُس میں قصۂ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصۂ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصۂ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا چہ معنی، بالجملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح و حسان ہیں جن کے رَد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہُوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابلِ تاویل ہے جسے چارہ و ناچار معتمد رکھیں اور کون سا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلاً احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہوسکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ یہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعد شفق پڑھنے پر حمل نہ کرسکے گا، ہاں پُورے پاگل میں کلام نہیں مگر اُدھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروبِ شفق اُتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریحہ مفسرہ سے موافق و مطابق ہوجانا بہت آسان۔ عربی فارسی اردو سب کا محاورۂ عامۂ شائعہ مشہورہ واضحہ ہے کہ قربِ وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہوگئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اوّل وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اُٹھانے میں کہیں گے سُورج نکل آیا۔ شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مامور نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہے گا اب دوپہر ڈھلے سے کر بیٹھے۔ ان کی صدہا مثالیں ہیں کہ خود ملا جی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہٖ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالٰی:

واذا طلقتم النسا ، فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]	جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کرلو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۱

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو، وقال تعالٰی :

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[1]

جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جُدا کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار، تو بالیقین قربِ وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمھیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیاتِ قرآنیہ سے ہوئیں جنھیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلہ وقتِ ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرماچکے۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فاقول** و باللہ التوفیق،

حدیث ۱ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقاتِ نماز معین کرنے اور اُن کا اول آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی،

الوقت ما بین ھذین الوقتین[2]۔

وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (ت)

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صلی بی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلی بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ[3]۔

میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دُوسرا دن ہُوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یُوں ہیں،

صلی المرۃ الثانیۃ، الظھر، حین کان ظل کل شیئ مثلہ، لوقت العصر بالامس[4]۔

دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

---

[1] القرآن ٢/٦٥

[2] و [3] سُنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ١/٥٦

[4] جامع الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوٰۃ " امین کمپنی دہلی ١/٢١

شافعی کے لفظ یہ ہیں:

ثم صلی المرة الاخری، الظهر، حین کان کل شئ قدر ظله، قدر العصر بالامس[1]۔

پھر دُوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲ نسائی وطحاوی وحاکم وبزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

هذا جبریل، جاءکم یعلمکم دینکم۔ وفیه، ثم صلی العصر حین رای الظل مثله، ثم جاءه الغد، ثم صلی به الظهر حین کان الظل مثله[2]۔

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے لفظ یُوں ہیں:

جاءنی، فصلی بی العصر حین کان فیئی مثلی، ثم جاءنی من الغد، فصلی بی الظهر حین کان فیئی مثلی[3]۔

جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۳ نیز نسائی وامام احمد واسحٰق بن راہویہ وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصه فصلی العصر، ثم اتاه فی الیوم الثانی حین

جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

---

[1] الام للشافعی جماع مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷۱

[2] سنن النسائی آخر وقت الظہر ؍؍ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱/ ۵۹

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی ؍؍ موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۸۷

كان ظل الرجل مثل شخصه فصلى الظهر[1] اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)

حدیث ۴ امام اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطریق حدثنا بشر بن عمرو الزھرانی ثنی مسلمۃ بن بلال ثنا یحیٰی بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری[2] اور بیہقی کتاب المعرفۃ میں بطریق ایوب بن عتبۃ ثنا ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروہ بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیہ[3] راوی اور یہ لفظ حدیث اسحٰق ہیں:

قال، جاء جبريل الى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم، فقال، قم، فصل! وذلك لدلوك الشمس حين مالت، فقام رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فصلى الظهر اربعا، ثم اتاه حين كان ظله مثله، فقال، قم، فصل! فقام فصلى العصر اربعا، ثم اتاه من الغد حين كان ظله مثله، فقال له، قم، فصل! فقام فصلى الظهر اربعا[4]۔

کہا: جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! ــــــ اور یہ سُورج ڈھلنے کا وقت تھا، جب وُہ ایک طرف جُھک گیا تھا ــــ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب اُن کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اُٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ مسند میں عبدالرزاق سے اور عبدالرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ[5] عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال، جاء جبريل، فصلى بالنبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم، وصلى النبى صلى الله

کہا: جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز

---

[1] سنن النسائی آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۰

[2] مسند ابن اسحاق

[3] کتاب المعرفۃ

[4] مسند ابن اسحاق

[5] المصنف لعبدالرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۳۴

تعالٰی علیہ وسلم بالناس، حین زالت الشمس، الظھر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ، قال، ثم جاء جبریل من الغد، فصلی الظھر بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس، الظھر، حین کان ظلہ مثلہ[1]

پڑھائی جب سورج کا زوال ہوگیا تھا، پھر عصر پڑھی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا: پھر دوسرے دن جبریل آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر ہوگیا تھا۔ (ت)

حدیث ٦ دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبدالبر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبۃ عن ابی بکر بن حزم عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابومسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان جبریل جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین دلکت الشمس، فقال: یا محمد! صل الظھر، فصلی، ثم جاء حین کان ظل کل شیئ مثلہ، فقال، یا محمد! صل العصر، فصلی، ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شیئ مثلہ، فقال: صل الظھر۔ الحدیث[2]۔

جبریل، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے جب سورج ڈھل چکا تھا اور کہا: یا محمد! ظہر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: یا محمد! عصر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے عصر پڑھی۔ پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا: ظہر پڑھئے! الحدیث۔ (ت)

والکل مختصراً ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی اور بعینہٖ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہُوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اُس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت میں جدا جدا بتانا ہے لاجرم امام ابوجعفر وغیرہ نے ظہر امروزہ میں ان لفظوں کے یہی معنے لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا:

احتمل ان یکون ذلک علی قرب ان یصیر ظل کل

احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ٥٣٤/١

[2] المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابومسعود انصاری حدیث ٧١٠ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ٢٦٠/١٨

شیئ مثلہ، وھذا جائز فی اللغۃ، قال عزوجل، فذکر الاٰیۃ، وشرح المراد، وافاد واجاد۔[1]

کا سایہ اس کے برابر ہونے کے قریب ہو۔ اور یہ لغت کے اعتبار سے جائز ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ یہاں طحاوی نے آیت ذکر کی (یعنی فاذا بلغن اجلھن) اور مراد کی تشریح کی اور مفید و عمدہ گفتگو کی۔ (ت)

حدیث ۷ سائل نے جو خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اوقاتِ نماز پُوچھے اور حضورِ والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ۔ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے:

الوقت بین ھذین (وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے)

اس حدیث میں نسائی و طحاوی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مواقیت الصلاۃ، فقال: صل معی، فصلی الظھر حین زاغت الشمس، والعصر حین کان فی کل شیئ مثلہ، قال، ثم صلی الظھر حین کان فی الانسان مثلہ۔[2]

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پُوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ نماز پڑھ! تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سُورج ڈھل گیا اور عصر کی اس وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ راوی نے کہا کہ پھر (اگلے دن) ظہر اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ (ت)

اس حدیث میں بھی عصرِ دیروز و ظہرِ امروز کا وہی حال اور علمائے کے وہی مقال۔

حدیث ۸ سُنن ابی داؤد میں بسندِ صحیح عہ ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ سائل

عہ حیث قال: (حدثنا مسدد) ثقۃ، حافظ، من رجال البخاری۔ (نا عبداللہ بن داؤد) ھو ابن عامر الھمدانی، ثقۃ، عابد من رجال البخاری والاربعۃ۔ دون الواسطی

چنانچہ (ابوداؤد نے) کہا (حدثنا مسدد) ثقہ ہے، حافظ ہے، بخاری کے راویوں میں سے ہے (نا عبداللہ ابن داؤد) اس سے مراد ابن عامر ہمدانی ہے، جو ثقہ ہے عابد ہے اور بخاری کے علاوہ صحاح (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱/۱۰۳

[2] " " " " " " " " " " ۱/۱۰۲

یوں ہے:

ان سائلا سأل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فلم یرد علیہ شیأ، حتی امر بلالا، فاقام الفجر حین انشق الفجر، وفیہ فلما کان من الغد، اقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ، وصلی العصر وقد اصفرت الشمس اوقال، امسی۔[1]

ایک پُوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقاتِ نماز) پُوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پَو پھٹی ہی تھی۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سُورج زرد ہوچکا تھا، یا یوں کہا کہ شام ہوچکی تھی۔ (ت)

اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہُوئے:

اوّلاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسٰی اسی طریق بدر بن عثمٰن نا ابوبکر بن ابی موسٰی بن ابیہ سے مسلم ونسائی وابن ابان وطحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے:

ثم اخر الظھر حتی کان قریبا من وقت العصر بالامس[2] ولفظ النسائی الی قریب۔

پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہوگئی۔

ثابت ہُوا کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قرب وقت سے تعبیر در کنار صراحۃً ان لفظوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذی لیس الا من رجال الترمذی (نا بدر بن عثمٰن) ثقۃ، من رجال مسلم۔ (نا ابوبکر بن ابی موسٰیف) ثقۃ، من رجال الستۃ۔ (عن ابی موسٰی) الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا' بدر ابن عثمٰن) ثقہ ہے، مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ (نا' ابوبکر ابن موسٰی) ثقہ ہے، صحاح ستّہ کا راوی ہے (عن ابی موسٰی) اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور، پاکستان ۱/ ۵۷

[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳

ف۔ سنن ابی داؤد۔ ۱/ ۵۷

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔

ثانیاً اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہوگیا تھا یا کہا شام ہوگئی، یہ بھی قطعاً قربِ شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر[1]۔

ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہوجائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ امامتِ جبریل میں راوی حضورِ والا صلوات اللہ تعالٰی علیہ وسلامہ نے فرمایا:

صلی الظھر وفیئ کل شیئ مثلہ[2]۔

اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہوگیا۔

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقتِ ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک روز نمازِ عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا آکر حدیثِ امامتِ جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہما میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے:

دعا المؤذن لصلٰوۃ العصر فامسٰی عمر بن عبدالعزیز قبل ان یصلیھا[3]۔

مؤذن نے نمازِ عصر کے لیے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کردی اور ابھی نمازِ عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عمر نے شام کردی اور ہنوز نمازِ عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں:

محمول علی انہ قارب المساء

حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

---

[1] صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۱

[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلٰوۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۲

[3] المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابومسعود انصاری حدیث ۷۱۶ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/ ۲۵۹

لانه دخل فیه[1]   نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی۔

خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے: اخرالعصر شیأ[2] (عصر میں کچھ تاخیر کی) افادہ الحافظ فی فتح الباری۔

حدیث ۱۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دے"۔ اس پر صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کان رجلا لاینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت[3]   وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا تمھیں صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہوچکتی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ "جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو"۔ لہٰذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

واللفظ للارشاد المعنی قاربت الصبح علی حد قوله تعالٰی فاذا بلغن اجلهن[4] یعنی لوگوں کے اس قول کے کہ "صبح ہوگئی صبح ہوگئی" یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آگئی قریب آگئی، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔ نیز اسی حدیث میں ارشادِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

فانه لایؤذن حتی یطلع الفجر[5]   ابنِ اُمّ مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے: ای حتی یقارب طلوع الفجر[6] (یعنی یہاں تک کہ طلوعِ فجر قریب آئے)۔ بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تام سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لیے جُدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کرکے نماز پڑھنے کی تحریم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بنظر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل ومختل اور آیات واحادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط ومہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری   مواقیت الصلٰوۃ   مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت   ۱/ ۴۷۷
[2] صحیح البخاری   کتاب بدء الخلق   باب ذکر الملٰئکۃ   مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی   ۱/ ۴۵۷
[3] صحیح البخاری   باب اذان الاعمی الخ   "   "   "   "   "   ۱/ ۸۶
[4] ارشاد الساری شرح بخاری   باب اذان الاعمی الخ   " دار الکتاب العربیہ بیروت   ۲/ ۱۱
[5] صحیح البخاری   باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایمنعکم من سحورکم اذان بلال   مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی   ۱/ ۲۵۷
[6] ارشاد الساری   "   "   "   "   "   مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت   ۳/ ۳۶۳

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص آور اُنھیں بزورِ زبان بخاری و مسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود واہیات بتائیے یا اُن محتملات کے معارض بتا کر شاذ و مردود ٹھہرائیے یہ کیا مقتضائے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدثی کی شان نزاکت ہے۔ اب تو بحمد اللہ سب جبل کھُل گیا، حق و باطل میزانِ نظر میں تُل گیا، اور واضح ہُوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی اُنھیں محاورات سے ہیں جن میں دوؔ آیتیں اور بارہؔ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس ۲۱ مثالیں ہُوئیں و باللہ التوفیق۔

جواب دوم جانے دو اُن میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھو پھر ہمیں کیا مضر اور تمھیں کیا مفید۔ شفقین دوؔ ہیں: احمر و ابیض۔ اُن روایات قبل میں سپید مراد ہے اُن روایات بعد میں سُرخ۔ یوں بھی تعارض مندفع اور سب طرق مجتمع ہو گئے۔ حاصل یہ نکلا کہ شفق اُحمر ڈوبنے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی۔ یہ بعینہٖ ہمارا مذہب مہذب اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب بنگاہِ اولیں ذہنِ فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہٗ نے یہی افادہ فرمایا۔

رہی روایت ہفتم سار حتی ذھب بیاض الافق و فحمۃ العشاء[1] (چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی ختم ہوگئی۔ ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول و باللہ استعین **اولاً** یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنے کادان یغیب یوں ہی ذھب البیاض بمعنے کادان یذھب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کنارہ شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اُٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوعِ فجر میں اس کا عکس، جیسے قرآن عظیم میں حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[2] (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا تمھارے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیطِ اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمۂ عشا سرِ شام کا دھندلکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نورِ شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہوجاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، زہر الربٰی میں ہے: فحمۃ

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/ ۹۹

[2] القرآن ۲/ ۱۸۷

العشاء، ھی اقبال اللیل واول سوادہ[1] (فحمۃ العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

ھی شدۃ سواد اللیل فی اولہ، حتی اذا سکن فورہ، قلت بظھور النجوم وبسط نورھا۔ ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداء۔ لاتکاد تری شیئا[2]۔

وُہ رات کا ابتدائی حصّے میں بہت سیاہ ہوتا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہوجاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاضِ شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاضِ شفق جانا بیان کرکے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاضِ شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فحمۂ عشاء کا ذکر عبث ولغو نہ ہوگا۔

ثالثاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفین سے امام طحاوی نے یُوں روایت فرمائی:

حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا ابن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن ابی ذویب قال، کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، فلما غربت الشمس، ھبنا ان نقول: الصلاۃ، فسار حتی ذھب فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الافق، فنزل فصلی ثلثا المغرب، واثنتین العشاء، وقال: ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل[3]۔

حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حمانی سے، اس نے ابن عیینہ سے، اس نے ابن ابی نجیح سے، اس نے اسمٰعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم انھیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہوگئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اُتر کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرِ شام کا دھندلکا جاتا رہا اور ابھی افق کی سپیدی نظر آتی

---

[1] زہر الربٰی مع سنن النسائی بین السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/۹۹

[2] جامع الاصول للمصنف

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔

رابعاً ملّاجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رَد کرتے آئے بخاری ومسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار ومعتمد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے:

عبداللّٰه بن ابن نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی، مولاھم، ثقة، رمی بالقدر، وربما دلس[1]۔

عبداللہ ابن ابی نجیح یسار مکی ابو یسار ثقفی، بنی ثقیف کا آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے متہم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب وتدریب میں ہے:

الصحیح التفصیل، فما رواہ بلفظ محتمل لم یبین فیه السماع، فمرسل لا یقبل، وما بین فیه، کسمعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبهها، فمقبول یحتج به[2]۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، اخبرنا اور ان جیسے الفاظ ہوں تو وہ مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرماچکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا وجمہور محدثین کے۔ یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود ومرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش وخروش اور سچے ارسال میں یوں گنگ وخاموش، یہ کیا مقتضائے حیا و دیانت ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصلاً کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعذرِ سفر وقت حقیقۃً قضا کرکے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے

الدارقطنی عن ابن عمر، رفعه، والصحیح وقفه، افاده البیہقی والنووی، انه قال:

دارقطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ بیہقی اور نووی نے

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ عبداللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۴۴

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹

ف: معیار الحق ص ۴۰۱

الشفق الحمرة ۔

افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سُرخی کو کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے هو الصحیح روایة والرجیح درایة وقضیة الدلیل فعلیه التعویل (یہی روایۃً صحیح ہے، اسی کو درایۃً ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد ہے۔ ت) ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و اُمّ المومنین صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سیدالقراء اُبی بن کعب و سید الحفاظ ابوہریرہ و عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم واکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز و اجلائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و المحدثین و الصالحین عبداللہ بن مبارک و زفر بن الہذیل و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابوسلیمان خطابی و امام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے منقول کما فی عمدة القاری وغنیة المستملی وغیرھما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انھوں نے بعد غروب ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انھوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد شفقِ احمر شفق ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور روالاصلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے وقت قضا کر کے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انھوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہوگیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وُہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بحمد اللہ تعالٰی وافی وکافی اور مخالف کے تمام دلائل و شبہات کی دافع و نافی ہے اگر ہمت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجماعیِ عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالٰی قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکوگے بلکہ احادیثِ صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحۃً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذبذب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کہ نصوص قاطعہ قرآن و حدیث و اجماعِ امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی بطریق عُقیل بن خالد عن ابن شہاب عن انس

جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقتِ عصر تک تاخیر فرماتے،

الشیخان وابوداود والنسائی، حدثنا قتیبة،

بخاری، مسلم، ابوداود اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

زاد ابوداود وابن موهب المعنی، قالا نا المفضل ح والبخاری وحده، حدثنا حسان الواسطی، وهذا لفظه، ثنا المفضل بن فضالة عن عقیل عن ابن شهاب عن انس بن مالك، قال: کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس، اخر الظهر الی وقت العصر، ثم یجمع بینهما، واذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر ثم رکب۔[1]

بیان کی ہم سے قتیبہ نے —— ابوداؤد نے اضافہ کیا ہے "اور ابن موہب المعنی نے" دونوں مفضل سے روایت کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہوجاتے تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کردیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے —— قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "پھر اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے" —— اور اگر زوال ہوجاتا تھا —— قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "اور اگر روانگی سے پہلے زوال ہوجاتا تھا" —— تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)

دُوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی عمرو الناقد نا شبابة بن سوار المدائنی نا لیث بن سعد عن عقیل، فذکره، وفیه: اخر الظهر حتی یدخل اول وقت العصر، ثم یجمع بینهما۔[2]

حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے، اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہوجاتا، پھر دونوں کو جمع کرلیتے۔ (ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا اُنھیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی ابوالطاهر و عمرو بن السواد قالا نا ابن وهب ثنی جابر بن اسمعیل عن عقیل، وفیه: یؤخر المغرب حتی یجمع

حدیث بیان کی مجھ سے ابوالطاہر اور عمرو بن سواد نے ابن وہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک

---

[1] صحیح البخاری باب یؤخر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰

[2] صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین " " " " ۱/۲۴۵

بینھا و بین العشاء حین یغیب الشفق[1]۔ و رواہ النسائی، قال، اخبرنی عمرو بن سوّاد بن الاسود بن عمرو، و ابوداود مختصرا، قال: حدثنا سلیمٰن بن داود المھری کلاھما عن ابن وھب، بہ، و رواہ الطحاوی حدثنا یونس، قال: انا ابن وھب، وفیہ، حتی یغیب الشفق[2]۔

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے جب شفق غائب ہوتی تھی۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ عمرو ابن سواد ابن اسود ابن عمرو، اور ابوداود نے بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود المھری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وہب سے لی ہے۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطہ یونس، ابن وہب سے لیا ہے۔ اس میں ہے "یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی"۔ (ت)

غیبتِ شفق کے جوابات شافیہ تو بحمداللہ اوپر گزرے ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے اُس پر حتی کے معنی میں لاطائل نحویت بگھار کر فرماتے ہیں[ف] پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا منتہی تاخر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم یجمع بینھما کے کچھ معنے نہیں بنتے کہ بعد ہو چکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہو اھ ملخصاً مھذباً۔

ان لن ترانیوں کا **جواب** تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنے ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقتِ عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا: باب تاخیر الظھر الی العصر[3]۔ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی:

باب تاخیر الظھر الی اول وقت العصر، بحیث انہ اذا فرغ منھا یدخل وقت تالیھا، لاانہ یجمع بینھما فی وقت واحد[4]۔

باب، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو، عصر کا وقت داخل ہو جائے، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۵/۱
سنن ابی داؤد ۱۶۲/۱ شرح معانی الآثار ۱۱۳/۱

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

[3] صحیح البخاری باب تاخیر الظھر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱

[4] ارشاد الساری " " " دار الکتاب العربیۃ بیروت ۴۹۱/۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۷۷، ۳۷۸

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں :

المراد انہ عند فراغہ منہا دخل وقت العصر، کماسیأتی عن ابی الشعثاء[1] الخ

مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہوگیا، جیسا کہ عنقریب ابو الشعثاء سے آرہا ہے۔ (ت)

اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے بداہۃً دونوں نمازیں مجتمع ہوجائیں گی تو اس معنے کو تحریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یؤخر الظہر میں ظہر سے صلاۃ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابل تاخیر و تعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر و تعجیل مقدورات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جزء شے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظر حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران و سقف وغیرہا کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ چنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرع مطہر نماز گنے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانۂ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقت عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہٖ ہمارا مقصود ہے اگر معنے وہ لیے جائیں جو ملّاجی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوئی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت شرعیہ معنیٰ حدیث وہی ہیں جنہیں ملّاجی تحریف نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملّاجی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بحمد اللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہوگیا کہ ملّاجی کا منتہائے تاخیر و مبتدائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا ملّاجی نے اتنا سچ کہا کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ وقت عصر آجاتا نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے انھیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل و وہابیت تو باہم اقصٰے طرفین نقیض پر ہیں وللہ الحمد۔

ثم اقول وبحول اللہ اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طاقت سے حرکت کرتا ہوں) ظہر کی وقت عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں نص نہ تھی ظہرین و عشائین میں

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۹

آخر وقتِ اول و اول وقت آخر آنِ واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے اور صلاۃ بمعنے ابتدائے صلاۃ اور فراغ عن الصلوٰۃ دونوں مستقل تو بحکم مقدمۂ اولٰی جس نماز کے فراغ پر اُس کا وقت ختم ہوجائے اُسے جس طرح یُوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزءِ اخیر میں تمام ہوئی یونہی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزءِ اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمۂ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاۃ تھا اور فراغ عن الصلاۃ آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اولِ وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورۂ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے ان میں صلاۃ عصر دیروزہ کو ابتدائے نماز اور صلاۃ ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یُوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابوزکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظهر فانه وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

احتج الشافعی والاکثرون بظاهر الحدیث الذی نحن فیه، واجابوا عن حدیث جبریل علیه السلام، بان معناه، فرغ من الظهر حین صار ظل کل شیئ مثله، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شیئ مثله فلا اشتراك بینهما۔[1]

امام شافعی اور اکثر علما نے اسی حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا تو اس وقت ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے اور دوسرے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

فی روایة، حین کان ظل کل شیئ مثله، کوقت العصر بالامس۔ ای فرغ من الظهر ح، کما شرع فی العصر فی الیوم الاول ح حینئذٍ قال الشافعی: وبه یندفع اشتراکهما فی

ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اُسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے۔

---

[1] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب اوقات صلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۲

وقت واحد۔[1]

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے اشتراک کا احتمال ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

ثم اقول ہاں میں علما سے کیوں نقل کروں خود ملّاجی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اقرء کتابك کفٰی بنفسك الیوم علیك شھیدا[2] عہ۔ (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت) مسئلہ وقتِ ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیشِ نظر تھا پاؤں تلے کی سوجھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انھیں معنی کا اقرار کرگئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہوجائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کرکے فرماتے ہیں[ف۱]: معنے اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنے نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دُوسرے دن اُسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اھ ملخصا۔ کیوں مُلّاجی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر الظہر کے معنے آخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہوگیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمھارے گھر کی ہے اپنے لیے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کرلو۔ **مزہ** یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی نقل کی اور ابوداؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوش طالعی اسے بھی لکھ دیا[ف۲] کہ معنے اس کے بھی وہی ہیں جو حدیثِ نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر۔ مُلّاجی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنے لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انھیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنے بنارہے ہو ان کے بدرجہ اولٰی بنیں گے اور اول تا آخر تمھارے سب دعوے

عہ اقتباس ومناسب المقام ھھنا الشھادۃ لاالحساب ۱۲ منہ (م)

قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حسیبًا کی جگہ شہیدًا لایا گیا ہے)۔ (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۲۴

[2] القرآن ۱۷/ ۱۴۔ ف۱ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ ف۲ ایضاً ص ۳۲۱

قل موتوا بغیظکم سُنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمھاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لیے بس ہے وللہ الحمد یہ کلام تو ملاجی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اُسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخول عصر سے قربِ عصر مراد ہے جس کی اکیس مثالیں آیات و احادیث سے گزریں خصوصاً حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی

الی ھذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی، حیث قال، قد یحتمل ان یکون قولہ، الی اول وقت العصر، الی قرب اول وقت العصر[1]

اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر کا قریب ہونا ہے۔ (ت)

جواب ثانی، اقول وقت ظہر دو مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی جز زمین میں کھڑی کرکے ناپنا تو ہرگز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت یہ کہ ظل امثال دائرہ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بتا سکتا۔

اولاً دائرے کی صحتِ سطح کا استوا سطح دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطح دائرۃ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل و مخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزی پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلین کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متیسر نہیں۔

ثانیاً بفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہوجائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدل و منطقہ اپنی سیر خاص سے لمحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل والمخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز نیّر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آنِ واحد میں ہو اور وُہ نہایت نادر ہے۔

ثالثاً اس نادر کو بھی فرض کرلیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلولِ انقلاب یا وصول دائرہ جانے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کوکب کی تقویمِ حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا، جداولِ جیوب و ظلال و میول و اوساط و تعاویل مراکز و مواضع اوجات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل ما بین المرکزین و عروض و اطوالِ بلاد و درج و اجزائے استوائیہ و طوالع و مطالع بلدیہ وغیرہا امور کہ اس ادراک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمینی ہیں اور اس پر اثباتِ زیجات برفع و اسقاطِ حصص کسرات تخمین بالائے تخمین، پاکی ہے اُسے جس نے بہر نقیر و قطمیر میں عجز و جہلِ بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرہ عالم سے اپنے کمالِ علم و قدرت کو جلوہ دیا،

سبحٰنك لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[1]۔	تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تُو ہی علیم حکیم ہے۔ (ت)

ولہذا ملتقی وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامۂ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظرِ ناظر کبھی حالتِ شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقتِ اول کبھی دخولِ وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وُہ ہے جو رب العزۃ جل وعلا کے علم میں ہے صاحبِ وحی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بحکم نبأنی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔ ت) عین وقتِ حقیقی پر مطلع ہو کر نمازِ ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائیے اور سلام پھیرتے ہی معاً وقتِ عصر کی ابتدائے حقیقی جو خاص علمِ الٰہی میں تھی شروع ہو جائے اور دیگر ناظرین کہ وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہِ اشتباہ اسے وقتِ آخر میں گمان کریں اصلا محلِ تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کسرِ شان کہ علومِ خاصۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافیِ صحابیت نہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کرسکتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروجِ وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ حذاقِ صحابہ کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوتے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مثلاً:

حدیث ۱ حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سُنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و حجج امام ابن ابان و مصنف طحاوی میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اُس میں ظہر روزِ اول کی نسبت مسلم و نسائی کی روایت یُوں ہے:

اقام بالظھر حین زالت الشمس، والقائل یقول: قد انتصف النھار، وھو کان	سُورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

---

[1] القرآن ۲/ ۳۲

اعلم منهم[1]۔ تعالٰی علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں:

حتی قال القائل، انتصف النهار، وهو اعلم[2]۔

یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور کو حقیقت امر کی خُوب خبر تھی۔

احمد وعینی وطحاوی کے لفظ یُوں ہیں:

والقائل یقول: انتصف النهار اولم، وکان اعلم منهم[3]۔

کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔

حدیث ۲ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وکتاب طحاوی میں پارہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارۂ انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب مذکور ہوگی یہ ہے:

صلی الفجر یومئذ قبل میقاتها[4]۔

صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)

ابوداؤد کے لفظ یُوں ہیں:

صلی صلاۃ الصبح من الغد قبل وقتها[5]۔

دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)

طحاوی کی روایت یُوں ہے:

صلی الفجر یومئذ لغیر میقاتها[6] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قوله قبل میقاتها، بان قدم علی وقت ظهو

یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

---

[1] الصحیح لمسلم باب اوقات صلوات الخمس - مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۳

[2] سنن ابی داؤد باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی لاہور، پاکستان ۱/ ۵۷

[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳

[4] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۸

[5] سنن ابی داؤد باب الصلوٰۃ بجمع مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/ ۲۶۷

[6] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۳

طلوع الصبح للعامۃ ، وقد ظہرلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلوعہ ، اِمّا بالوحی او بغیرہ۔[1]

طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم ہوگیا۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت ہے :

ثم صلی الفجر حین طلع الفجر ، قائل یقول : طلع الفجر ، وقائل یقول : لم یطلع الفجر ، واولہ ، قال : خرجنا مع عبداللہ الی مکۃ ، ثم قدمنا جمعا الحدیث۔[2]

یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ حج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نمازِ فجر طلوعِ فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہوگئی ہے کوئی کہتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابوجعفر طحاوی انھیں عبدالرحمٰن نخعی سے راوی :

قال صلی عبداللہ باصحابہ صلاۃ المغرب ، فقام اصحابہ یتراء ون الشمس ، فقال ، ما تنظرون؟ قالوا : ننظر ا غابت الشمس ! فقال عبداللہ : ھذا ، واللہ الذی لا الٰہ الا ھو ، وقت ھذہ الصلاۃ الحدیث۔[3]

یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے اصحاب کو نمازِ مغرب پڑھائی اُن کے اصحاب اُٹھ کر سورج دیکھنے لگے ، فرمایا : کیا دیکھتے ہو ؟ عرض کی : یہ دیکھتے ہیں کہ سُورج ڈوبا یا نہیں ! فرمایا : قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر بھی اُن کے اصحاب کو شبہہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلی حقیقۃٌ فی الفعل دون الارادۃ والفاء للتعقیب (کیونکہ صلّی کا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور فاء تعقیب کے لیے ہے۔ ت)

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال : تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ

ہم نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب صلاۃ الفجر بالمزدلفۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/ ۲۰

[2] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۸

[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۷

تعالٰی علیہ وسلم، ثم قمنا الی الصلاۃ، قلت: کم کان قدر ما بینھما؟ قال، خمسین اٰیۃ۔[1]

سحری کھائی پھر نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہوگئے میں نے پُوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں پڑھنے کا۔

حدیث ۶ بخاری ونسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، و زید بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورھما قام نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الصلاۃ فصلی، قلت لانس: کم کان بین فراغھما من سحورھما و دخولھما فی الصلاۃ؟ قال، قدر ما یقرؤ الرجل خمسین اٰیۃ۔[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح کے لیے کھڑے ہوگئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پُوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا، کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام تورپشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ھذا التقدیر لایجوز لعموم المؤمنین الاخذ بہ، وانما اخذہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطلاع اللہ تعالٰی ایاہ، وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معصوما عن الخطأ فی الدین۔[3]

یہ اندازہ ہے کہ عام اُمّت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُسے اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل وعلا نے حضور کو وقتِ حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

حدیث ۷ نسائی وطحاوی زِرّ بن حبیش سے راوی:

قال، قلنا لحذیفۃ، ای ساعۃ تسحرت مع

ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پُوچھا آپ نے

---

[1] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱

[2] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۲

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجیل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۳۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال، ھو النہار، الا ان الشمس لم تطلع[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا۔

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے:

قلت: بعد الصبح؟ قال: بعد الصبح، غیر ان الشمس لم تطلع[2]

میں نے کہا بعد صبح کے؟ کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محمل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتہائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو گمان ہُوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور واقعی جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اُٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سوا اس کے کیا گمان کرسکتا ہے۔

حدیث ۸ ابوداؤد نے اپنی سُنن میں باب وضع کیا: باب المسافر وھو یشک فی الوقت[3]۔ اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کررہے ہیں روایت کی:

قال: کنا اذا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر، فقلنا: زالت الشمس اولم تزل، صلی الظھر ثم ارتحل[4]۔

جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس وقت نمازِ ظہر پڑھ کر کُوچ فرمادیتے۔

حدیث ۹ ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انھیں انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نزل منزلا لم یرتحل حتی یصلی الظھر، فقال لہ رجل: وان کان نصف النہار؟ قال: وان کان نصف النہار[5]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی منزل میں اُترتے بے ظہر پڑھے کُوچ نہ فرماتے۔ کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو، فرمایا: اگرچہ دوپہر کو۔

---

[1] سنن النسائی الحث علی السحور وذکر الاختلاف الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۳

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصیام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۸

[3] سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ ″ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۰

[4] و [5] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۱۷۰

نسائی کے لفظ یوں ہیں:

فقال رجل وان کانت بنصف النہار قال وان کانت بنصف النہار[1]

یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی۔

لطیفہ ۱۱ اقول ملاجی کو تو یہ منظور ہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہوجاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر ارادہ کیا، فرمایا ٹھنڈا کر، حتی ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان شدۃ الحر من فیح جہنم[2] (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے) تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے ٹیلوں کا سایہ اصلاً نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

التلول منبطحۃ غیر منتصبۃ، ولا یصیر لہا فیٔ فی العادۃ، الا بعد زوال الشمس بکثیر[3]

ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ بلند عادۃً ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔

امام ابن اثیر جزری شافعی نہایہ میں فرماتے ہیں:

ھی منبطحۃ لا یظہر لہا ظل، الا اذا ذہب اکثر وقت الظہر[4]

ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ وعقل وقواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

---

[1] سنن النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۵۸/۱

[2] صحیح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر دار المعرفۃ ″ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱

[3] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب استحباب الابراد بالظہر الخ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۲۲۴/۱

[4] فتح الباری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر بیروت ۱۷/۲

نوٹ: یہ حوالہ سعیِ بسیار کے باوجود نہایہ سے نہیں مل سکا اس لیے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازتِ اذان عطا ہوئی تو بلاشبہہ دوسرے مثل میں وقتِ ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے بدلیل ساطع بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب تھی یہاں ملاّجی حالتِ اضطراب میں فرماگئے کہ مساوی کہنا راوی یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بایں طور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گز رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی تخمیناً مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گز رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یونہی تو معلوم ہوگا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غالباً دو ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایۂ اصلی کی مقدار ناپیں دوسرے اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچا یا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی تخمیناً فرمادیا انھوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہوں گی، یونہی تخمیناً فرمادیا ہوگا کہ عصر کا اوّل وقت داخل ہوگیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا جاداری ومکابرہ ہے کہ جابجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے۔

لطیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کردینا صراحۃً سوءِ ادب ہے، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایۂ تلول کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کما لایخفی علی العارف بقواعد الفن (جیسا کہ قواعد فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ت) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانئے تو خیر کم از نصف ہی جانئے پھر بہرحال اس سے اتنی دیر اور مجرا کیجئے جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمادینا کہ سایہ برابر ہوگیا تھا کس قدر بعید وناقابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ بانو تخمین میں اُتنی غلطی نامسموع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ لی جائیں

ف۔ معیار الحق۔ مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۳

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کر سیر میں لپسیری کا دھوکا۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳ - اقول وہاں ایک ستم خوش ادائی[ف] یہ کی ہے کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کرکے وھذا لا یخفی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنٰی سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ت) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ تجربی فارغ ہوئے ہوں گے۔ ملّاجی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کر آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملّاجی ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہوجاتی ہے۔

لطیفہ ۴ - اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی[ف۲] ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہوگیا پس برابر ہوگیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملّاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ظہر آیا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہوگیا اگرچہ وہ دس گز ہوں یہ جو برابرا سبحٰن اللہ اسے کیوں تحریف نصوص کہئے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بیچارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملّاجی! اگر کوئی کہے کہ میں ملّاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ اُن کی داڑھی بانس برابر ہوگئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملّاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملّاجی کی داڑھی معدوم، جب رُواں کچھ چھکا چمکتے ہی بانس برابر ہوگیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ع

مرغک از بیضہ بروں آید و دانہ طلبد
(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵ - اقول یہ بکف چراغی وتحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حنفیہ وشافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے حجت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

یحتمل ان یراد بھذہ المساواۃ ظھور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاھرا[1] اھ

ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں سایہ ظاہر ہوگیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۷

ف: معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴ ف۲: معیار الحق ص ۳۵۴

جس میں ٹیلوں کے لیے سایۂ اصلی ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایۂ اصلی آدھے مثل کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور لے سے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویحتمل ان یراد الخ ملّاجی ! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶ ۔ اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلاً نہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ متساوی ہونے کے ہرگز یہ معنے نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابری صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہوگیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں' یہ آپ کی نری من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تفریع کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہُوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷ ۔ اقول ملّاجی ! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر رسیدہ ہُوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادۂ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان وحکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جانا ہوگا، ملّاجی ! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پہ

لطیفہ ۸ [ف] ۔ اقول جب کچھ نہ بنی تو ہارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت[1] سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت[2] نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ ملّاجی ! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تفویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علتِ حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدتِ گرمی جوشِ جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کرو یا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ ملّاجی ! اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سُنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر وحضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابو ذر

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم ۱۲ منہ

ف ۔ معیار الحق ص ۳۵۴

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نیچے ہے:

(قال، کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر) قیدہ ھنا بالسفر، واطلقہ فی السابقۃ، مشیرا بذلک الی ان تلک الروایۃ المطلقۃ محمولۃ علی ھذہ المقیدۃ، لان المراد من الابراد التسھیل و دفع المشقۃ، فلا تفاوت بین السفر والحضر[1]

(کہا: ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں) یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دُور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

(فقال لہ: ابرد، حتی رأینا فیئ التلول) وغایۃ الابراد حتی یصیر الظل ذراعا بعد ظل الزوال، او ربع قامۃ او ثلثھا او نصفھا، وقیل غیر ذلک۔ ویختلف باختلاف الاوقات، لکن یشترط ان لا یمتد الی اٰخر الوقت[2]

(اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہوجائے زوال کے سائے کے بغیر، یا قد کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہوجائے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آخر ہوجائے۔ (ت)

ف ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سُنیے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھیے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرماگئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہوجائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے کما فتح الباری میں اختلف العلماء فی غایۃ الابراد؛ لکن یشترط ان لا یمتد الی اخرالوقت ملخصاً (ابراد کی انتہاء میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے۔ ت)

جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرطِ ابراد ہے تو حکمِ ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱/۴۸۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ف: معیار الحق مسئلہ سوم وقت مستحب ظہر ص۳۱۱، ۳۱۲

عذر بارد ہے، ملّاجی! ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے صراحۃً نص شرع کی تحریف حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفنن طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب متقرر ہوچکے علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں:

قد اجاب الحافظ ابن حجر، عن ذلك وعن غیرہ من ادلۃ المانعین، وھی عشرۃ، بما یطول ذکرہ، مع انہ لا کبیر فائدۃ فیہ، اذالمذاھب تقررت، انما ھو تشحیذ اذھان[1]۔

ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس دلیلوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہوچکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کررہے ہیں دعوے باطلۂ عمل بالحدیث کے چھلکے اُتر رہے ہیں۔ ؏

شرم بادت از خدا و از رسول
(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹۔ اقول ملّاجی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض پھل پوچ تقریروں سے جیسے بنے حدیث کو رَد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کے لیے ارشاد ہوتا ہے[ف] منشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقتِ ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعا بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہوگے کہ جھُوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سُلفہ ہوگئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بحیلۂ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دربارۂ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔

لطیفہ ۱۰۔ اقول جمع تقدیم کی نامندمل جراحت بھرنے کو حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وہ لن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے خیر بحمد اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہولیا کہ جمع بین الادلہ کے لیے ایسی رکیک و پوچ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع و لطیف معانی و محامل کہ ہم نے جمعا بین الادلہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر تہجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۴۵۰

ف: معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴

احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چون وچرا کی گلی آپ نے خود بند کرلی ، وللہ الحمد ، ع :

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچریات نفع دیں گے ہمیں یہ واضحات بدرجۂ اولٰی نافع اور آپ کے تمام ہواجس و وساوس کے قاطع ہوں گے ۔

فائدہ عائدہ : سُنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہوسکے فقیر نے کلامِ فریقین میں اُس سے استناداً جواباً اصلاً تعرض نہ دیکھا ، ملاجی بہت دُور دُور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کرلائے سُنن کچھ دُور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھوما کیے مگر اُس سے دہنے بائیں کترائے اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اب کسی نے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کردینا مناسب ،

ففی سنن ابی داود ، حدثنا احمد بن صالح ثنا یحیی بن محمد الجاری[1] ، وفی سنن النسائی ، اخبرنا المؤمل بن اھاب ، قال حدثنی یحیی بن محمد الجاری[2] ، وفی مصنف الطحاوی ، حدثنا علی بن عبدالرحمٰن ثنا نعیم بن حماد[3] قالا[عہ] نا عبدالعزیز بن محمد (زاد نعیم) الدراوردی ، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن صالح نے اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں یحیٰی ابن محمد جاری نے ۔ اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہمیں مؤمل ابن اہاب نے ، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحیٰی ابن محمد جاری نے ۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبدالرحمٰن نے ، اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے ۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبدالعزیز ابن محمد نے (نعیم نے دراوردی کا اضافہ کیا ہے) مالک بن ابی الزبیر سے ، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے

[عہ] ای یحیی عند الاولین ونعیم عند الطحاوی ۱۲ منہ (م)

یعنی یحیٰی سے پہلے دو (ابوداؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابی داود باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

غربت له الشمس بمكة، فجمع بينهما بسرف (زاد نعيم) يعني الصلاة۔ ولفظ المؤمل، غابت الشمس ورسول الله صلى الله تعالٰی علیه وسلم بمكة، فجمع بين الصلاتين بسرف[2]۔ قال ابوداود، حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل نا جعفر بن عون عن هشام بن سعد، قال: بينهما عشرة اميال، يعني بين مكة وسرف[3]۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہوگیا چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سرف میں (نعیم نے اضافہ کیا) یعنی نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظ یُوں ہیں سُورج غائب ہوگیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں کو سرف میں جمع کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن عون نے ہشام ابن سعد سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے یعنی مکہ اور سرف کے درمیان۔ (ت)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب وعشا موضع سرف میں جمع فرمائیں ابوداؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملاجی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق، لہ اوھام، ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ وسرف میں دس میل کا فاصلہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق اصول حدیث ونیز اصول محدثہ ملاجی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصولِ حدیث پر اس کی سند ضعیف اور اصولِ ملائیہ پر ضعیف در ضعیف در ضعیف کیا جانیے کتنے ضعفوں کی طومار اور نری مردود متروک ہے۔

اوّلاً دو طریق پیشین میں یحیٰی بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا: صدوق یخطئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) امام بخاری نے فرمایا: یتکلمون فیہ (ائمہ محدثین اُس پر طعن کرتے ہیں۔ ت) میزان میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمۂ ضعفا اُن کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اہاب ہے تقریب میں کہا صدوق لہ اوھام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ت) طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ وفرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں یحیٰی سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطئ کثیرا (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے۔ ت) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا: حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابوحنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ ومیزان الاعتدال دونوں میں اُس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۱

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع المقیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۹

[3] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوتین الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/ ۱۷۱

منکر الحدیث ہے قابلِ احتجاج نہیں جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت، امام جلال الدین سیوطی ذیل اللآلی میں اُس کی حدیث اذا اراد اللہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشہ بذاتہ (جب اللہ تعالٰی آسمانِ دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہٖ عرش سے اُتر آتا ہے۔ ت) ذکر کرکے فرماتے ہیں، اتعبنا نعیم بن حماد، من کثرۃ ما یاتی بھذہ الطامات، وکم ندس؟ عنہ وعن الطرطوسی الراوی عنہ؟ فلا ادری، البلاء فی الحدیث منہ، اومن شیخہ نعیم[1] اھ ملخصاً یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں تک اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے۔

ثانیاً پھران سب طرق میں عبدالعزیز بن محمد دراوردی ہے تقریب میں کہا، صدوق، کان یحدث من کتب غیرہ فیخطئ[2] (سچا ہے، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لیے خطا کرتا ہے۔ ت) تو ہر طریق میں دو راوی صدوق یخطئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوھام (سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔ ت) اور ملاجی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود ومتروک وواہیات ہیں۔

ثالثاً مدارِ حدیث ابوالزبیر عن جابر پر ہے ابوالزبیر کی نسبت خود ملاجی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال فی التقریب صدوق الا انہ یدلس[3] (تقریب میں کہا کہ سچا ہے مگر مدلس ہے۔ ت) اور یہاں اُن عـه سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس اصولِ محدثین پر نامقبول۔

عـه قید بھذا، لان الراوی عنہ اذا کان اللیث، زال مایخشی من تدلیسہ، کما افادہ فی فتح المغیث وغیرہ، فلیحفظ فانھا فائدۃ نفیسۃ۔ وقد بین السبب فی ذلک فی المیزان فراجعہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والا لیث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی نہیں رہتا، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتابوں میں افادہ کیا گیا ہے۔ اس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک نفیس فائدہ ہے۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو۔ (ت)

---

[1] ذیل اللآلی کتاب التوحید، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲ و ۳

[2] تقریب التہذیب ترجمہ عبدالعزیز بن محمد مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۱۶

[3] " " " محمد بن مسلم " " " " " ص ۳۱۸

رابعاً میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً ملّاجی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملۂ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا و لہذا شمار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذو الحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابو المحاسن عبد الواحد بن اسمٰعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابو نصر عبد السید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار میل۔ امام حجۃ الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ میل ہے۔ اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال اسنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہدہ اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعده من المدينة ميل، كما عند الرافعی، لكن فی البسيط انها علٰی ستة اميال، وصححه فی المجموع، وهو الذی قاله فی القاموس۔ وقيل، سبعة۔ وفی المهمات، الصواب، المعروف بالمشاهدة انها علی ثلثة اميال او تزيد قليلاً[1]۔ اُسی میں ہے، وقول من قال، كابن الصباغ فی الشامل، والرويانی فی البحر، انه علی ميل من المدينة وهم، يرده الحس[2]۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدينة علی اربعة اميال ومن مكة علی مائتی ميل، غير ميلين و قيل: بينهما وبين المدينة ميل او ميلان۔ دیکھیے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہلِ مدینہ کے لیے میقاتِ احرام مقرر فرمایا ایسے اجلّہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک دو تین چار چھ سات میل تک اقوال مختلف پھر تصحیحوں میں بھی دونا دون کا تفاوت، ایک فرمائے چھ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علٰی شرط الشیخین ہے: عن يحيی بن سعيد انه قال لسالم بن عبد الله ما اشد ما رأيت اباك اخر المغرب فی السفر فقال سالم

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۹۸

[2] ″ ″ ″ باب مہل اہل مکہ للحج والعمرۃ ″ ″ ″ ″ ۳/۹۹

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب قول اللہ تعالٰی یاتوک رجالا الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹/۱۳۰

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب بالعقیق[1] یعنی یحیٰی بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے پُوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈُوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواۃ مؤطا تلامذۂ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا۔ یحیٰی کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبداللہ بن وہب نے کہا چھ میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبدالرحمٰن بن قاسم نے کہا دس میل، علامہ زرقانی نے جزم کیا کہ بارہ میل شرح مؤطا میں فرمایا: بینھما اثنا عشر میلا، وقال ابن وضاح: سبعۃ امیال، وقال ابن وھب: ستۃ، وقال القعنبی: ذات الجیش علی بریدین من المدینۃ، وقال البونی فی روایۃ یحیٰی، وبینھما میلان او اکثر قلیلا، وفی روایۃ ابن القاسم: عشرۃ امیال[2]۔ ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل۔

خامسًا یہ واقعۂ عین ہے اور وقائع عین مساغ ہر گونہ احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا سہ منزلہ کرنا اُوپر گزرا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں ہے:

اصبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف[3]۔	سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکہتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہوجانا کیا جائے عجب ہے خصوصًا اواخر جوزا و اوائل سرطان میں کہ ان دنوں حوالیِ مکہ معظمہ میں وقت مغرب عہ کم وبیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھیے کہ عمدہ گھوڑے تیز تا قے ڈیڑھ چھوڑ ایک ہی

عہ اقول لکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ الکح الاتمام (بقیہ برصفحہ آئندہ)

---

[1] مؤطا امام مالک قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۹

[2] شرح الزرقانی علی المؤطا " " المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۹۷

[3]

گھنٹے میں دس میل بلکہ زائد قطع کرلیں گے حدیث مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زرقانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر یہیں پیشِ نظر اور ثابت ہوچکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریحاً فرماچکے کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابوالولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا: اراد ان یعرف اخر وقتہا المختار[1] یحیٰی بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ منتقی میں کہا: وحمل ذلک علی المعروف من سیر من جد[2] خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث برتقدیر صحت بھی اصلاً جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا وبعید والحمد للہ العلی المجید۔

الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اقصٰے کو پہنچا اور جمع تقدیم وتاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہوسکی وللہ الحجۃ السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی ومتین وکافی ومبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم واقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حصہ خاصہ فقیر مہین ہو والحمد للہ رب العٰلمین۔

فصل چہارم نصوص نفی جمع وہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں اول عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا اُن کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کر ہر نماز کے لیے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے ہوسکے نہ اُسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔ دوم خاصہ جن میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عرض لمکۃ المکرمۃ کح ک غایۃ الانحطاط بالتفریق مد فح جیبہ مہ ک اکد ظل عرض مکۃ الح قہ ما مح لح ہ ظل المیل الو آکہ الہ لا منحط دمح ک الح جیب تعدیل النہار قوسہ طح نہ الح صہ فح لر نصف قوس اللیل سہمہ مطح لط لو ہ جیب انحطاط الوقت تح لـ الح یہ ک مہ الد مح سوب مک الد کامدمح مط لط لر الح ند مط سہم فضل الدائر قوسہ نح مر فح لو الث الد ک دا ئر مح قح الطلوع ہذا التقریب وجہ التدقیق تعلم ان شاء اللہ تعالٰی من کتابنا تو ضیح الاوقات للصوم والصلٰوۃ وفقنا اللہ تعالٰی لاکمالہ ونفعنا والمسلمین باعمالہ اٰمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

---

[1] و [2] بحوالہ المنتقی شرح الزرقانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۹۷

بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الآیات) رب العزۃ تبارک وتعالٰی نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت ۱ قال بناعز من قائل:

ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتٰباً موقوتاً[1] ۝ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہُوا۔

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلامِ علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقتِ ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کما اللہ تعالٰی نے ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتٰباً موقوتاً یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالٰی: کتٰباً موقوتاً، یقتضی کون الوقت لکل صلٰوۃ وقتا علیحدہ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی۔[2] عہ

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

عہ هذا، لاخلاف فیه بین العلماء، الا شیئ روی عن ابی موسٰی الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علی خلافه، ولا وجه لذکره هٰهنا لانه لایصح عنهم، وصح عن ابی موسٰی خلافه مما وافق الجماعة، فصار اتفاقا صحیحا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منه (م)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابوموسٰی اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابوموسٰی سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابوموسٰی سے، اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۱۰۳

[2] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

آیت ۲ قال مولٰنا جل وعلا :

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی و قوموا للّٰہ قانتین ○[1]

محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے :

حافظوا علی الصلوات، بالاداء لوقتھا والمداومۃ علیھا۔[2]

نمازوں کی محافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے :

حافظوا علی الصلوات، داوموا علیھا لمواقیتھا۔[3]

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علی ادائھا لاوقاتھا من غیر اخلال بشیئ منھا۔[4]

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلی الاعلٰی تبارک وتعالٰی :

والذین ھم علٰی صلاتھم یحافظون ○ اولٰئک ھم الوارثون ○ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ○[5]

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے :

یحافظون، ای یداومون علی حفظھا ویراعون

محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

---

[1] القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

[2] انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت آیۃ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

[3] تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۲۱

[4] ارشاد العقل السلیم " " " " احیاء التراث العربی " ۱/۲۳۵

[5] القرآن ۲۳/۹ و ۲۳/۱۰ و ۲۳/۱۱

اوقاتها، کرر ذکر الصلٰوۃ لیتبین ان المحافظة علیها واجبة[1]۔

اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۴ قال المولی الاجل عزوجل :

والذین هم علٰی صلاتهم یحافظون ○ اولٰئك فی جنّٰت مکرمون[2]۔

اور وُہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنّتوں میں عزت کئے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے : یحافظون، بادائها فی اوقاتها[3] (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت)

نسفی شریف میں ہے :

المحافظة علیها ان لاتضیع عن مواقیتها[4]۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولٰی تقدس وتعالٰی :

والذین یؤمنون بالاٰخرة یؤمنون به وهم علٰی صلاتهم یحافظون[5] ○

اور جنھیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وُہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہوجائیں۔ تفسیر کبیر[ع] میں ہے

المراد بالمحافظة التعهد لشروطها من وقت وطهارة وغیرهما والقیام علٰی ارکانها و اتمامها حتی یکون ذلك دأبه فی کل وقت[6]۔

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)

[ع] ذکرہ تحت اٰیة المؤمنون ۱۲ منہ (م)

یہ انہوں نے سورۃ مومنون ۲۳ کی آیۃ ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۳

[2] القرآن ۷۰/۳۴ و ۷۰/۳۵

[3] تفسیر جلالین آیۃ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۲

[4] تفسیر النسفی " " " مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۹۲

[5] القرآن ۶/۹۲

[6] التفسیر الکبیر والذین ہم علٰی صلاتہم یحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۳/۸۱

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہُوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

آیت ۶ قال رب العلی عزّ وعلا:

ثم خلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلٰوۃ۔[1] پھر آئے ان کے بعد وُہ برے پسماندے جنھوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اخروھا عن مواقیتہا وصلوھا لغیر وقتھا[2] (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیۂ کریمہ میں فرمائی گئی وُہ ہیں جو نمازوں کو اُن کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتہا والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، ھو ان لا یصلی الظھر حتی اتی العصر[3] (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ محی السنۃ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے، اضاعوا الصلٰوۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتہا۔[4]

آیت ۷ قال سبحٰنہ ما اعظم شانہ:

فویل للمصلّین ۰ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۰[5] خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے، ساھون غافلون یؤخرونہا عن وقتہا۔[6] تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے، ساھون یفید امرین اخراجہا عن الوقت وکون الانسان غافلا فیہا۔[7] اس آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر خود

---

[1] القرآن ۱۹/ ۵۹

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب تضییع الصلواۃ حدیث ۸ مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۷

[3] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ ؍ مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۵۲

[4] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی ؍ ؍ ؍ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

[5] القرآن ۱۰۷/ ۴

[6] تفسیر جلالین تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

[7] مفاتیح الغیب۔ تفسیر کبیر میدان جامع ازہر۔ مصر ۳۲/ ۱۱۵

حدیث میں وارد ہوئی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الاحادیث) اقول و باللہ التوفیق ملاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیثِ جمع چودہ[١٤] صحابیوں سے مروی ہیں جنھیں خود بھی نہ گِنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کرگئے کہ ان میں اکثر کی روایات اُن کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ اصلاً انھیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس مبحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس[٤٠] سے زائد ہیں کہ تیئس[٢٣] صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں،

(١) عمر فاروق (٢) علی مرتضیٰ (٣) سعد بن ابی وقاص (٤) عبداللہ بن مسعود (٥) عبداللہ بن عباس (٦) عبداللہ بن عمر (٧) عبداللہ بن عمرو (٨) جابر بن عبداللہ (٩) ابوذر غفاری (١٠) ابوقتادہ انصاری (١١) ابودرداء (١٢) ابوسعید خدری (١٣) ابومسعود بدری (١٤) بشیر بن عقبہ بن عمرو مدنی (١٥) ابوموسیٰ اشعری (١٦) بریدہ اسلمی (١٧) عبادہ بن صامت (١٨) کعب بن عجرہ (١٩) فضالہ زہرانی (٢٠) حنظلہ بن الربیع (٢١) انس بن مالک (٢٢) ابوہریرہ (٢٣) ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا و ابیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ ان میں سات حدیثیں اور مولی المسلمین ومحبوب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس[٢١] صحابہ سے چھتیس[٣٦] حدیثیں بتوفیقہٖ تعالیٰ یہاں سُنئے ملّاجی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کرلیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق و صحیح حاصل تو معاذ بن جبل[٢٤] و اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس[٢٥] اور احادیث مجملہ شامل کرکے شمارِ احادیث پچاس سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں:

نوعِ اوّل: احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ١: امام احمد بسندِ صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول، من حافظ علی الصلوات الخمس، رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن، وعلم انھن حق من عند اللہ، دخل الجنۃ، اوقال، وجبت لہ الجنۃ، اوقال، حرم علی النار[ل]۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع وسجود واوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل وعلا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لیے واجب ہوجائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہوجائے)

حدیث ٢: ابوداؤد سُنن اور طبرانی معجم میں بسندِ جید ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنۃ، من حافظ علی الصلوات الخمس،	پانچ چیزیں ہیں کہ جو اُنھیں ایمان کے ساتھ لائیگا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی اُن کے وضوؤں کے

[ل] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حنظلہ کاتب الاسدی مطبوعہ دار الفکر بیروت ٤/ ٢٦٧

علی وضوئهن ورکوعهن وسجودهن و مواقیتهن[1][عه]، الحدیث.

رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ و حج و زکوٰۃ وغسلِ جنابت بجالائے)

حدیث ۳: امام مالک و ابوداؤد ونسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس صلوات افترضهن الله تعالٰی، من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن و اتم رکوعهن وخشوعهن، کان له علی الله عهد ان یغفر له، ومن لم یفعل فلیس له علی الله عهد، ان شاء غفر له، وان شاء عذبه[2]. هذا لفظ ابی داود[عه۲].

پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے اور اُنھیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع وخشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ عزّوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے، اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالٰی پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ (ت)

حدیث ۴: ابوداود بطریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتك خمس صلوات، وعهدت

میں نے تیری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

[عه] تمامه، وصام رمضان وحج البیت ان استطاع الیه سبیلا واعطی الزکٰوة، طیبة بها نفسه، و ادی الامانة، قالوا: یا ابا الدرداء، ما اداء الامانة؟ قال: الغسل من الجنابة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

(اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

[عه۲] واورده المنذری عنه فزاد، وسجودهن[3]، بعد قوله: رکوعهن، ولیس فی شیئ من نسخ السنن التی عندی، وقد قال العلامة ابرهیم الحلبی فی غنیة المستملی شرح منیة المصلی ما نصه: اما لفظ "سجودهن" بعد "رکوعهن" فغیر ثابت[4] الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

منذری نے بھی ابوداؤد سے اس روایت کو لیا ہے مگر اس نے رکوعهن کے بعد سجودهن کے لفظ بڑھا دئے ہیں، حالانکہ ابوداود کے میرے پاس موجود نسخوں میں سجودهن نہیں ہے، اور ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی میں تصریح کی ہے کہ رکوعهن کے بعد سجودهن کا لفظ ثابت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱/ ۱۱۶ و ۱۱۷

[2] سنن ابی داؤد حدیث ۴۲۵ دار احیاء السنۃ مصر ۱/ ۱۱۵

[3] الترغیب والترہیب فی الصلوٰت الخمس ۱/ ۲ حدیث ۲۶ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۲

[4] غنیۃ المستملی مقدمۃ کتاب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲

عندی عہدا انه من جاء یحافظ علیھن لوقتھن ادخلته الجنة، ومن لم یحافظ علیھن فلا عھد له عندی[1]۔

پاس عہد مقرر کرلیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنّت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلی الصلاة لوقتھا فاقام حدھا کان له علی عہد ادخله الجنة ومن لم یصل الصلاة لوقتھا ولم یقم حدھا لم یکن له عندی عہد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة[2]۔

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنّت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لیے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنّت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا و رسول خُوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا و رسول خُوب دانا ہیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

وعزتی وجلالی لا یصلیھا عبد لوقتھا الا ادخلته الجنة ومن صلاھا لغیر وقتھا ان شئت رحمته وان شئت عذبته[3]۔

مجھے اپنے عزّت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنّت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی الصلوات لوقتھا واسبغ لھا وضوءھا واتم لھا قیامھا وخشوعھا ورکوعھا و

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو وقیام وخشوع ورکوع وسجود پُورا کرے وہ نماز

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱/ ۱۱۷

[2] سنن الدارمی باب استحباب الصلوٰۃ فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۲۳

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۸۱

سجودھا خرجت وھی بیضاء مسفرۃ تقول حفظك اللہ کما حفظتنی، ومن صلی الصلوٰۃ لغیر وقتھا فلم یسبغ لھا وضوءھا ولم یتم لھا خشوعھا ولا رکوعھا ولا سجودھا خرجت وھی سوداء مظلمۃ تقول ضیعك اللہ کما ضیعتنی حتی اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بھا وجھہ[1]

سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پُورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابوداود حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس[2]

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسائلِ دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نمازِ پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلاۃ علی وقتھا[3]

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیئ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلاۃ لوقتھا ومن ترك الصلاۃ فلا دین لہ والصلاۃ عماد الدین[4]

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالٰی کو پیاری ہے، فرمایا نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

---

[1] معجم اوسط حدیث ۳۱۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۸۶

[2] سنن ابی داؤد باب المحافظۃ علی الصلوات مطبوعہ مجتبائی پاکستان ۱/ ۶۱

[3] بخاری شریف باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶

[4] شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/ ۳۹

حدیث ۱۱: طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلث من حفظهن فهو ولی حقا ومن ضیعهن فهو عدوی حقا الصلاة والصیام والجنابة۔[1]	تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انھیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے اور غسلِ جنابت۔

حدیث ۱۲: امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کتب الی عمّاله ان اهم امرکم عندی الصلاة فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع الحدیث۔[2]	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمھارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(**نوعِ آخر**) حدیثِ امامت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام جس میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳: بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک وامام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیینِ اوقات عرض کی: بھذا امرت[3] (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے) ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں: عن ابن شهاب انه سمع عروة بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرة بن شعبة اخر الصلاة فدخل علیه ابومسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال هکذا امرت[4] (یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیینِ اوقات کرکے عرض کی: ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول ومفصل ہے فی اخره ثم قال جبریل ما بین هذین وقت صلاة[5] (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)

حدیث ۱۴: دارقطنی وطبرانی وابوعمر بن عبدالبر ابومسعود وبشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

---

[1] معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۳۴۵

[2] مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵

[3] بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۵

[4] شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقوت الصلٰوۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۵

[5] نصب الرایۃ بحوالہ مسند ابن راھویۃ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۲۲۳

راوی جبریل نے عرض کی : مابین ھذین وقت[1] یعنی امس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵ : ابوداود، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی : الوقت مابین ھذین الوقتین[2] (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶ : نسائی و طحاوی و حاکم و بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی : الصلاۃ مابین صلاتك امس وصلاتك الیوم[3] (نماز دیروزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے) بزار کے یہاں ہے : ثم قال مابین ھذین وقت[4] (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷ : نسائی و احمد و اسحٰق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی : مابین ھاتین الصلاتین وقت[5] (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸ : طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی : الصلاۃ فیما بین ھذین الوقتین[6] (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(**نوع آخر**) حدیث سائل جسے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امامتیں فرماکر ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا۔

حدیث ۱۹ : مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : وقت صلاتکم بین مارأیتم[7] (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا) مسلم کے دوسرے طریق میں ہے : مابین مارأیت وقت[8] (اے سائل جو تُو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب بیان الوقت دارالکتاب بیروت ۱/۳۰۵

[2] جامع الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۱

[3] سنن النسائی کتاب المواقیت آخر وقت الظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۹

[4] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۸۷

[5] سنن النسائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۱

[6] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

[7] صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

[8] صحیح مسلم " " " " " " " ۱/۲۲۳

ترمذی کے یہاں یُوں ہے : مواقیت الصلاۃ کمابین ھذین[1] (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)

حدیث ۲۰ : مسلم ابی داود نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : الوقت بین ھذین[2] (وقت ان دو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱ : طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور امام عیسٰی بن ابان بلفظ عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : بین صلاتی فی ھذین الوقتین کلہ[3] (جن دو وقتوں میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) ولفظ الحجۃ ثم قال ما بینھما وقت[4] (اور کتاب الحجۃ کے الفاظ یہ ہیں : پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے)

حدیث ۲۲ : مالک ونسائی وبزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : مابین ھذین وقت[5] (ان دو کے درمیان وقت ہے) وفیہ الاقتصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر قلت فقد رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث قتادۃ عن انس مطولا واللہ تعالٰی اعلم (اس روایت میں صرف فجر کا ذکر ہے شاید اس میں اختصار ہے۔ میں نے کہا دارقطنی نے اپنے سنن میں اسے انس سے بروایت قتادہ مفصل ذکر کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم)[6]

(نوعِ آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم اُن کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳ : مسلم ابوداود ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاۃ عن وقتہا قال قلت ما تامرنی	حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تُو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲

[2] صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس " قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۳

[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

[4] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوٰۃ دار المعارف نعمانیہ لاہور ص ۱۲

[5] النسائی کتاب المواقیت " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۲

قال صل الصلاۃ لوقتہا الحدیث۔[۱]

کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا تُو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴: احمد ابوداود و ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ستکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلاۃ لوقتہا حتی یذھب وقتہا فصلوا الصلاۃ لوقتہا الحدیث۔[۲]

میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ اُن کے کام وقت پر انھیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵: ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلاۃ لغیر میقاتہا قلت فما تامرنی اذا ادرکنی ذلک یارسول اللہ قال صل الصلاۃ لمیقاتہا واجعل صلاتک معھم سبحۃ۔[۳]

فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وُہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور اُن کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہوجا۔

(**نوعِ آخر**) ارشادِ صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہوگئی اور اس کی ممانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶: مسلم و ابوداؤد و نسائی و عیسٰی بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظھر مالم یحضر العصر ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق[۴] ھذا مختصر

ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

---

[۱] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۱

[۲] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی اذا اخروا الصلواۃ عن وقتہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۰

[۳] سنن ابی داود اذا اخر الامام الصلواۃ عن الوقت ″ مجتبائی دہلی ۱/۶۲

[۴] صحیح المسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

حدیث ۲۷ : ترمذی وطحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان للصلاۃ اولا واُخرا وان اول وقت صلاۃ الظھر حین تزول الشمس واُخر وقتھا حین یدخل وقت العصر وفیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان اُخر وقتھا حین یغیب الشفق[1]۔

بیشک نماز کے لیے اوّل وآخر ہے اور بیشک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلنے سے اور ختم وقت ظہر کا وقتِ عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸ : مسلم واحمد وابوداود وابن ماجہ وطحاوی وابنِ حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری[2]

سوتے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تُو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتتھم صلاۃ الصبح لیلۃ التعریس وھو عند ابی داود وابن ماجۃ من دون قولہ ان تؤخر (جب "لیلۃ التعریس" کی صبح کو ان سے فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان تؤخر" کا لفظ نہیں ہے۔ ت)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر وگناہ ہے۔

حدیث ۲۹ : بزار ومحی السنۃ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ عزّوجل الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون ○ قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا[3]۔

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھا وُہ کون لوگ ہیں جنھیں اللہ عزّوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲/۱

[2] سنن ابی داؤد باب فی من نام عنہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۴/۱

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی الذین یؤخرون الصلٰوۃ عن وقتہا مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۶

بغوی کی روایت یوں ہے:

اخبرنا احمد بن عبداللہ الصالحی (فساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلوٰتہم ساہون قال اضاعۃ الوقت[۱]

ہمیں احمد بن عبداللہ الصالحی نے خبر دی (پوری سند کو ذکر کیا) مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے۔

حدیث ۳۰: امام ابن ابان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال وقت الظہر الی العصر ووقت العصر الی المغرب ووقت المغرب الی العشاء ووقت العشاء الی الفجر[۲]

فرمایا ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر کا وقت مغرب تک اور مغرب کا عشاء اور عشاء کا فجر تک۔

حدیث ۳۱: امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال ہوا: ما التفریط فی الصلاۃ (نماز میں تفریط کیا ہے؟) فرمایا: ان تؤخر حتی یجیئ وقت الاخری[۳] (یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری کا وقت آجائے)

حدیث ۳۲: نیز اُسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال تفوت صلاۃ حتی یجیئ وقت الاخری[۴] (فرمایا نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دُوسری کا وقت نہ آجائے) یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلی قضا ہوگئی۔

تنبیہ: ان آیات واحادیث سے جواب میں قائلین جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملّاجی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مآل یہ کہ اگرچہ متکاثرہ واحادیث متواترہ ہر نماز کے لیے جُدا وقت بتا رہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہِ عظیم و موجبِ عذاب الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء چار نمازوں کی پابندی وقت

---

[۱] شرح السنۃ للامام البغوی باب مراعاۃ الوقت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۳۶

[۲] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوات الخ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۱/۱۰-۱۱

[۳] شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴

[۴] " " " " " " " " " " " "

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ ابحاثِ اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض وطویل دیا گیا ہے وانا **اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ ت) ثبت العرش ثم انقش ارشاداتِ صریحہ قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کرلیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحٰن اللہ چند محتمل روایات جن میں روایۃً درایۃً سَو احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نخواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا ورسول کے صریح احکام کیونکر اُٹھا دیے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انھیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزور بزبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیثِ صحاح جو جمع پر قطعاً ویقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمانے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہوگئیں ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم وتاخیر میں نص قطعی یقینی مفسر ناقابلِ تاویل ہونا ثابت کردیجئے یا قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نکالنے کا اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن وحدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت اُن کے لیے اوقات کی تعیین تو ضروریاتِ دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کردینا وقت کھو دینا حرام تو اب ظنیت وقطعیت عمومات کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اُس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہولئے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلّت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرأت کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیثِ صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر ویقینی ہونا درکنار ابوداؤد سا امام جلیل الشان تصریح فرما گیا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہئے کہ اپنی زبان اپنا دعوٰی ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دھرایا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: مُلاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضورِ اعلیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دُوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقتِ ظہر ختم ہوجانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر وعصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا ملاجی اُس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت[عہ] نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے

[عہ] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

[ف۱] معیار الحق ص ۳۰۳

ایک مثل پر فارغ ہولئے یہ معنے نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دونوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال وقت الظهر الی ان یحضر العصر اور کہا اللہ تعالٰی نے ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے اسی واسطے فرمایا آنحضرت[عہ] نے انما التفریط علی من لم یصل حتی یجیٔ وقت الصلاۃ الاخری رواہ مسلم وغیرہ تو مقتضا احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی پھر اگر حدیث جابر میں معنی وہ نہ کریں جو ہم نے کیے ہیں کہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہوگا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کرنی چاہئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہٖ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں[1] اھ ملخصاً۔

الحمد للہ یہ تو آیہ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت ملاجی کی شہادت ہے کہ مقتضٰی احادیث وآیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری ادا نہیں ہوسکتی مگر مجھے یہاں ملاجی کا ظلم ظاہر کرنا ہے **فاقول** باللہ التوفیق **اولاً**[2] حدیثِ جبریل وحدیثِ نسائی میں یہ معنے کہ ملاجی نے شافعیہ کی تقلید جامد سے سیکھ کر جمائے ہرگز نہیں جمتے حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے:

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر[3]۔

دوسری روایت میں ہے: ثم مکث حتی اذا کان فیئ الرجل مثلہ جاءہ للعصر فقال قم یا محمد فصلی العصر ثم جاءہ من الغد حین کان فیئ الرجل مثلہ فقال قم یا محمد فصل فصلی الظھر[4]۔

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] معیار الحق، مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ تا ۳۲۱

[2] واضح رہے کہ "اولاً" کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۲۰۸ کی طرف رجوع کریں۔ دامؔ

[3] النسائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰

[4] النسائی " " اول وقت العشاء " " " ۱/۶۲

مسند اسحٰق میں ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں ہے: اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال لہ قم فصل فقام فصلی الظہر اربعا[1]۔
دارقطنی وطبرانی وابوعمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے: جاءہ حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شیئ مثلہ فقال صل الظہر فصلی[2]۔

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم ظہر کے لیے حاضر اس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس کے یہ معنی کیونکر ممکن کہ ختم مثل تک نماز سے فارغ ہولیے تھے۔ حدیث سائل بروایت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یوں ہے: امر بلالا فاقام الفجر حین انشق (الی قولہ) فاقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ[3]۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیسا۔

ثانیاً آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل وسائل خاص اور آپ کے اصول میں عام وخاص متعارض نہیں بلکہ عام اُس خاص سے مخصص ہوجائے گا ولہذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ آیت وحدیث میں پھر اُن حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہوجاتی ہے۔

ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یُوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلٰوۃ الاخرٰی[4] سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقتِ خاص آجائے جب تک وقتِ مشترک باقی ہے قضا نہ ہُوئی اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہیے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ مسند اسحٰق بن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۲۳

[2] دارقطنی " " " ۱/۲۵۶

[3] سنن ابوداؤد اول کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

[4] ترمذی باب المواقیت مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۵

مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمالِ اشتراک[عہ] کو دفع کرسکیں ، ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و ناانصافی کو دیکھئے کہ مسئلہ وقتِ ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پہ وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کرلی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے اب آیت و احادیث واجب التخصیص، اور اُن کے مقابل نری احتمالی چند روایات واجب الاعتماد و قطعی التنصیص، اور ان کے لیے آیات و احادیث کے مطابق صاف و نظیف محامل مردود و باطل غرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوہرے در کی ہے۔ دیانت کا ٹٹو دونوں باگوں کستا ہے، پورب کی سڑک میں پچھم کا رستہ ہے ؏

گر میں گیا اِدھر سے اُدھر سے نکل گیا

ف[۱] **لطیفہ** حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابلِ تماشا۔

اوّلاً یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلاعذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ وہی دعوٰی باطلہ تخصیص بے مخصص ہے۔

ثانیاً سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہوجانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں[ف۲] اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول ملاجی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نمازِ سفر کا قضا ہونا سببِ ارشاد ہوا تو خود سببِ نص حکم نص سے کیونکر جُدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نامقصود، اور نص اس کے مباین پر مقصور و محدود۔

عہ **اقول** ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معہذا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دُوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہوکر دُوسری کے وقت میں پڑھی جائے کما لایخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ف[۱] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین ص ۴۱۷ ف[۲] معیار الحق ص ۴۱۷

رابعاً قیامت دلربا نزاکت تو یہ کی کر فرماتے ہیں[ف۱] اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت[ع] نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے نیند میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر وعصر مغرب عشا سفر کی کا۔

اقول بھئی یہ تو خوب ہی کہیکا، ہاں مُلّاجی! حدیث میں کاہے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نماز وں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پہر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اُٹھا رکھئے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی انا للہ وانا الیہ راجعون o مُلّا جی! دلّی میں تو اچھے اچھے حکیم سُنے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھائی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جُدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوالِ حضرت ابوہریرہ وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامساً اقول ملّا جی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر وعصر ومغرب وعشا کے کیا معنے، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص وشمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کردیں یا وہ بے علمی کہ دخول مورد سے صاف انکار یا یہ شورا شوری کہ اسی پر انقطاع اُسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادساً اب اور آنکھیں کُھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ[ف۲] مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل رو تو ایسا مسافر مورد ومحل حدیث کا ہوگا۔

اقول یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بُو بھی نہیں کیا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعاً اقول خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر ومقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیّت رکھے کہ یہ نماز وقت گزر جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کُھلا کُھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد خرابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کوفہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جابجا ہے پھر اُسے

[ع] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)، [ف۱] معیار الحق ص ۴۱ [ف۲] معیار الحق ص ۴۱

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، مُلّاجی! کبھی کسی کرتے سے پالا نہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحدیث کا دعوٰی بُھلا دیتا، سُبحٰن اللہ تحریفِ احادیث اور اس کا نام عمل بالحدیث اسمٌ طیّبٌ وعملٌ خبیثٌ، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بطرق عدیدہ و الفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی وھذا لفظ البخاری **حدثنا** عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء، وصلی الفجر قبل میقاتھا[۱] ولمسلم **حدثنا** یحیی بن یحیی وابوبکر بن ابی شیبۃ وابوکریب جمیعا عن ابی معویۃ قال یحیی اخبرنا ابومعویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لمیقاتھا الا صلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا[۲] **وحدثناہ** عثمٰن بن ابی شیبۃ واسحٰق بن ابرھیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتھا بغلس[۳] (یعنی حضرت حاضر سفر و حضر و مصاحب و ملازم جلوت و خلوتِ سیّد البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ سابقین اوّلین فی الاسلام و ملازمینِ خاص حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیت رسالت[ع]

ع بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبد اللہ بن مسعود رجل من اھل بیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[۳] (م)

فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کیے کہ عبداللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں اُنھیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کاشانۂ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ۱۲ منہ

---

[۱] صحیح بخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱/۲۲۸

[۲] صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلوٰۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۴۱۷

[۳] ایضاً ع۳ صحیح بخاری مناقب عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت[عہ] والا منزلت منزلت بستر گستری و مسواک و مطہرہ داری و کفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اُس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی)

حدیث ۳۴: سنن ابی داؤد میں ہے: حدثنا قتیبۃ نا عبداللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیمٰن بن ابی یحیٰی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الامرۃ[1] (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب و عشاء ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے، اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیمٰن بن ابی یحیٰی لاباس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ت) ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبدالعزیز بن ابی سلیمٰن مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی

[عہ] صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی، الٰہی! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آکر بیٹھ گئے میں نے پُوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے اللہ تعالٰی نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہلِ کوفہ سے۔ فرمایا:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ۔[2]

کیا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین و مسند خواب و ظروف وضو و طہارت والے۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اُٹھا کر رکھیں اُٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقاتِ نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انھیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین الصلوٰتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۱

[2] صحیح بخاری مناقب عبداللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۱

التقریب ۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا : سلیمٰن بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ھریرۃ وابن عمر ، وعنہ ابن عجلان و داؤد بن قیس وابو مودود وعبد العزیز بن ابی سلیمٰن ، قال ابو حاتم : مابحدیثہ باس ، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ، روی لہ ابوداود حدیثا واحدا فی الجمع بین المغرب والعشاء[1] ۔

ثم اقول بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینھما قط الا تلک اللیلۃ (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے ۔ت) مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً یروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مہمل اور وہ بھی بصیغۂ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے ۔

حدیث ۳۵ : مؤطائے امام محمد میں ہے : قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کتب فی الاٰفاق ینا ھھم ان یجمعوا بین الصلاۃ واخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلک الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول[2] ۔ (یعنی امیر المومنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے)

الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرمادیا اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نے گویا مسئلے کو درجۂ اجماع تک مترقی کیا ۔

اقول یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں ۔

واختلاطہ لا یضر عندنا مالم یثبت الاخذ بعدہ فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب الشہید

علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط کے بعد لی گئی ہے ۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی

---

[1] تہذیب التہذیب راوی ۳۷۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۴/۲۲۸

[2] مؤطا امام احمد باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۲

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجو ان حماد بن سلمة ممن اخذ منه قبل التغیر ثم ذکر الدلیل علیه ثم قال وعلی الابهام لاینزل عن الحسن[1] ۔ (ملخصًا)

کتاب الصلٰوۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔ (ت)

اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم و اربعہ سے ہیں۔

والمرسل حجة عندنا وعند الجمهور اما ابهام شیوخ محمد فتوثیق المبهم مقبول عندنا کما فی المسلم وغیرہ لاسیما من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنه فلقائل ان یقول قد انجبر بالتعدد فی فتح المغیث فی ذکر المقلوب رویناها فی مشایخ البخاری لابی احمد بن عدی قال سمعت عدة مشایخ یحکون وذکرها ومن طریق ابن عدی رواها الخطیب فی تاریخه وغیره ولایضر جهالة شیوخ ابن عدی فیها فانهم عدد ینجبر به جهالتهم[2]

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو، اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ متعدد اسناد سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مشائخ البخاری" میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۳۶: امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ آثار ماثورۂ کتاب الحج عیسٰی بن ابان میں روایت فرماتے ہیں:

اخبرنا اسمٰعیل بن ابرٰهیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید بن هلال عن ابی قتادة

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۴

[2] فتح المغیث المقلوب دارالامام الطبری مطبوعہ بیروت ۱/۳۲۱

العدوی قال سمعت قراءۃ کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنہبۃ[1] (یعنی حضرت ابوقتادہ عدوی کہ اجلۂ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انھیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شقّہ وفرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لُوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلٰی درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمٰعیل بن ابرٰہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں وللہ الحمد۔

لطیفہ حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملّاجی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کُھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لیے ہے، حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا:

اوّل انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رَد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ ما بعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اس کا صریح منطوق ومدلول مطابقی ومنصوص عبارۃ النص ہے۔

اقول اولاً اُس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مُلّا مدعی اجتہاد وحُرمت تقلید ابوحنیفہ وشافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم رَد کرنے کے لیے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید ردِ احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز وصحیح ہوگا اب نہ اُس میں شائبۂ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ[2] (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[3] (اللہ کے نزدیک بڑا جُرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

ثانیاً بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلّم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارع غیر متعلقہ

---

[1] کتاب المجتبٰی باب الجمع بین الصلوتین دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۶۵/۱

[2] القرآن ۳۱/۹ [3] القرآن ۳/۶۱

بعقوبات ہیں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی ومعتبر کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرہا من الاسفار قد ذکرنا نصوصہا فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ۔

دوم ایک رام پوری ملا نے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلٰی میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر[1] (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ ت) تو موجہ ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلٰی کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اوّلاً [ف1] ملاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلٰی کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا [ف2] اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے یا تفتیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اُس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مختلط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملا کی تقلید سے حلال بتاؤ اتخذوا احبارہم ورھبانہم[2]۔

ثانیاً اقول مُلاجی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح ومجمل ومتعین ومحتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابو یعلٰی حقیقی جمع کا اصلاً پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص ومحتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہِ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول مُلاجی کا اضطراب قابلِ تماشا ہے کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نافی سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احدی الروایتین بھی گئی ابنِ مسعود خاصے مثبتان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم [ف3] جسے مُلاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو میں چہک رہے ہیں کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وُہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

---

[1] مسند ابویعلٰی مسند ابن مسعود حدیث ۵۳۹۱ مطبوعہ علوم القرآن بیروت ۵/۱۸۱

[2] القرآن ۹/۳۱ ف۱ معیار الحق ص۲۹۷ ف۲ معیار الحق ص۳۰۰ ف۳ معیار الحق ص۴۱۶

کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اُسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثنا نہ کیا اور اب محل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقایسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقایسہ سے وعلٰی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملّاجی نے گُلِ سرسبد بناکر سب سے اوّل ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی وسلام اللہ رامپوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کرکے بلانقل ونسبت اپنے نامۂ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس وجلیل مطلب ملّاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سے تحقیقِ حق سُنیے **فاقول** وبحول ربی اصول **اوّلاً** ملّاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب وصبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا انقلاب تو بحمد اللہ تعالٰی اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اُتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہٖ تعالٰی وہ قاہر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرنِ صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلامِ علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صرف انھیں دو نمازوں عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت ہے انھیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیکھا انھیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزوجل:

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر[1] (اور تمہارے لیے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ت)

خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قدمنا

---

[1] القرآن ۱۶/ ۸۱

عن سنن النسائی ملاجی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے، اور سُنیئے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی ھذا عند اھل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ۔[1]

اہلِ علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثنا کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ یہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دُوسری کا یقیناً ذکر خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر و اشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر وہ مسئلہ جُداگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں اور بلاشُبہہ اجماعِ اُمت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے لفظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتہا بغلس[2] اُس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غلس کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد اللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا مع عبد اللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا (وفیہ) ثم صلی الفجر حین طلع الفجر الحدیث[3] وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زھیر ثنا ابو اسحٰق سمعت عبد الرحمٰن بن یزید یقول حج عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاتینا المزدلفۃ (وفیہ) فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا ھذہ الصلٰوۃ فی ھذا المکان من ھذا الیوم الحدیث[4]۔

کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن رجاء نے اسرائیل سے، اس نے ابواسحٰق سے، اس نے عبدالرحمٰن سے کہ ہم عبد اللہ کے ساتھ مکّہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی، الحدیث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن یزید سے سُنا ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہوئی تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اسی جگہ، اسی دن، الحدیث۔ (ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۶

[2] صحیح مسلم استحباب زیادۃ التغلیس الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷

[3] بخاری شریف کتاب المناسک باب متی یصلی الفجر بجمع " " " اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۸

[4] " " باب من اذن واقام لکل واحدۃ منہما " " " " " " " ۱/۲۲۷

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انھیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن خصوصاً ملّاجی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلّی الفجر اُن صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملّاجی کی فہم ہیس اور ناحق آنچہ انسان میکند کی ہوس، مُلّاجی! اب اُس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہئے کہ جو جواب تمھارا ہے وہی ہمارا سمجھیے خدا کی شان ؎

او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنے نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکانِ اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہٖ یہی معنے افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ:

وایضا، خبر الجمع انما نقلوا فی غزوۃ تبوک، وکان فی تلک الغزوۃ الاٰف من الرجال، وکان کل صلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ولم یخبر منہم الا واحد او اثنان، ولم یشتہر، ولم یرو غیرہ، بل بعض الحاضرین انکروا ذٰلک، حتی قال ابن مسعود: ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتہا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء بجمع، وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا، رواہ الشیخان

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوۂ تبوک میں منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرینِ تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ — جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو—

وابوداود والنسائی ، فنفی ابن مسعود ، الذی قال فیه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : تمسکوا بعهد ابن اُمّ عبد ، تقدیم صلاۃ عن الوقت وتاخیرها ، واخبر بانه لم یقع الا فی صلاتین ، بیّن احدهما ، وهو المغرب بجمع اخرها الیٰ وقت العشاء ، ولم یبین الاخر ، وهو العصر یوم عرفة ، بتقدیمه فی وقت الظهر ، لشهرته ، ولیعلم بالمقایسة ، واخبر خبرا اٰخر ، وهو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عنده صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب رده او تاویله[1]۔

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی — بحوالہ بخاری ، مسلم ، ابوداؤد ، نسائی — اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم وتاخیر کی نفی کردی ہے اور بتادیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہوا تھا ، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کردیا ' یعنی مزدلفہ کی مغرب ، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا ، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا ، یعنی عرفہ کی عصر کا ، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کرکے پڑھا تھا ، عدمِ ذکر کی وجہ ، اس کا مشہور ہونا ہے ' نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہوسکتی ہے ۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کردیا کہ فجر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا ، تو جب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رد کردیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے ۔ (ت)

اور اس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک اور توارد حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محتمل کو اُن نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بعینہٖ یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا ، فرماتے ہیں :

بل المراد بغروب الشفق ، قرب غروبه ، لان القصة واحدة ، وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التاویل ، فیأوّل بقرب غروب الشفق ، او یقال : هذا من وهم بعض الرواة ، واما ما ذکرنا اولا ، فهو مطابق

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسّر ہے ، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی ، اس لیے یا تو غروبِ شفق کی ' قربِ غروب سے تاویل کرنی پڑے گی ، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے

---

[1] ارکان اربعہ لبحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۶

للامر المتقرر فی الشرع من تعیین الاوقات[1]

جو ہم نے روایت ذکر کی ہے وُہ شرع میں جو کچھ مقرر ہوچکا ہے یعنی تعیینِ اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی تیسرا توارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ میں کلامِ فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہُوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہٖ یہی طریقہ مع شے زائد مولانا بحر قدس سرہٗ چلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

اما جمع التقدیم فلم یروالا فی الروایات الشاذۃ لا اعتداد بہا عند سطوع شمس القاطع۔ ثم لیس فی روایۃ ابی داود عن معاذ ما یدل علی تقدیم العصر عن وقتہا؛ وانما فیہ، اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظھر و العصر، و یجوز ان یکون الجمع بان یؤخر الظھر الٰی اٰخر وقتہا ویعجل العصر اول وقتہا۔ او ان المراد بالجمع، الجمع فی نزول واحد؛ وانکانتا ادیتا فی وقتیہما۔ فافھم۔ ھکذا ینبغی ان یفھم المقام[2]۔

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے، اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابوداود کی روایت میں ایسا لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر روانگی سے پہلے سُورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کردیتے ہوں اور عصر اول وقت میں پڑھ لیتے ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو پڑھنے کے لیے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے، اگرچہ ادا اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیے۔ (ت)

اور واقعی بحمد اللہ تعالٰی یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر غالیہ ہیں جن کی قدر اہلِ انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر قدس سرہٗ سا فاضل جامع اجل واغر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں اُنھیں افادہ فرما جائے ان کی شان تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار اُن کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ھکذا ینبغی ان یفھم المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور اُن کے ساتھ اور دقائق وحقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جواد بے سبقت استحقاق وتقدم استعداد ہے ذٰلک فضل اللہ علینا وعلی الناس ولٰکن اکثر الناس لا یشکرون o ربی لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک

---

[1] رسائل الارکان تتمۃ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی ص ۱۴۷ و ۱۴۸

[2] ایضاً ص ۱۴۸

وکمال الائك ووفور نعمائك صل وسلم وبارك علی اکرم انبیائك محمد وآلہ وسائر اصفیائك اٰمین۔

مولانا قدس سرہ ان نفائس عزیزہ کو بیان کرکے فرماتے ہیں :

انظر ما ادق نظر ائمتنا حیث لا تفوت عنھم دقیقة[1]۔

دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگزاشت نہیں ہوتا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ ما سکان ازمہ و کاشفان غُمہ ایسے ہی دقیق النظر و عالی مدارک و شاہان بزم و شیران معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جمیلہ اُن کے توسنِ تیز رفتار کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان و علم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کورانِ بے بصر اُن کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینہ عالمتاب میں اپنا منہ دیکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے ؎

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند
ہر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتّا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے۔)

ان حضرات کی طویل وعریض بدزبانیوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلہ جمع میں مُلّا جی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اُس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس ہے اب بحول وقوت رب قدیر سب اہلِ انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تتّا پانی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر تتبع کو رخصت جولاں دیجئے تو بعونہٖ تعالٰی واضح ہو کہ یہ جواب علما محض تنزلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث سُنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے :

اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سلیمٰن عن عمارة بن عمیر عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال : کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الصلاۃ لوقتھا الا بجمع فی مزدلفة وعرفات[2]۔

ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے عمارہ بن عمیر سے عبدالرحمٰن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ و عرفات میں۔

---

[1] ارکان اربعہ بحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۸

[2] النسائی کتاب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/ ۳۹

مُلّا جی! اب کہئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! مُلّا جی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلّی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائیے کہ عنقریب مکّہ کا پہاڑ ابو قبیس آتا ہے۔ مُلّا جی! دعوے اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علمِ حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنٰی صحیحین وغیرہما صحاح وسنن مسانید ومعاجیم وجوامع واجزا وغیرہا میں دیکھیے صدہا مثالیں اس کی پائیے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ ۶۰ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش بن عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ ہے اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی اُن سے حفص بن غیاث وابو معٰویہ وابو عوانہ وعبد الواحد بن زیاد وجریر وسفیٰن وداوٗد وشعبہ وغیرہم اجلّہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ واطوار وبسط واختصار وذکر واقتصار میں طرق شتّی پر آئیں کسی میں مغرب وفجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصحیحین کسی میں ظہر عرفہ ومغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر وفجر وصیغہ ما رأیت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

کحدیث النسائی ایضا فی المناسك، باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ، أخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داود عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع[1]۔

جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بمزدلفہ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدام سے، اس نے داؤد سے، اس نے اعمش سے، اس نے عمارہ سے، اس نے عبد الرحمٰن ابن یزید سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نمازِ فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بطریق کل ما ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا (سوائے جریر کے اعمش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کیے ہیں وہ اسی طریقے سے بیان کرتے ہیں ت) کسی میں لفظ بغلس مفید واقع ومصرح مرام کی تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے ت) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی ومنافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعمش کی روایت بالمعنے سے ناشئ ہوا خواہ خود اعمش نے

---

[1] سنن النسائی الجمع بین الصلوٰۃ بالمزدلفۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/ ۴۰

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنٰی کی اور ہر راوی نے اپنی مسموع پہنچائی چاہے یہ تنویع اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمٰن سے ہوئی اور وُہ سب اعمش نے سُنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل منتہائے سند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اوقات عدیدہ میں حسبِ حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شبِ مزدلفہ راہِ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب وفجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کے لیے صرف اُنھیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کرچکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکرِ فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب وعشائے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنّت کیا ہے اس وقت یہ پچھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول لطف یہ کہ یہی **حدیث** ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری وسنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحجج میں بسندِ جلیل و صحیح جس کے سب رواۃ اجلہ ثقات وائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستّہ سے ہیں یُوں روایت فرمائی:

اخبرنا سلام بن سلیم الحنفی عن ابی اسحٰق السبیعی عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ بن قیس و الاسود بن یزید قالا کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول لاجمع بین الصلاتین الا بعرفۃ الظہر والعصر۔[1]

سلام بن سلیمن الحنفی ابواسحاق سبیعی سے وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے راوی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔

کیوں مُلّاجی! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض بلکہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظہر والعصر کا ذکر ہوگا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روزِ عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہذا الصلاتین معرّف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ مُلّاجی! کُتبِ حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنٰی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدرِ حاجت پارہ پارہ کرکے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رَد نہیں کرتا بلکہ وُہ مجموع حدیث کا مل ٹھہرتی ہے۔

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلوتین دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۵

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشاء، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوعِ فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتابِ حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر مُلّاجی نے بکمال مکابرہ جو چوٹیں کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیا پناہ رسالہ کو باذنہٖ تعالیٰ شبِ تمام کا مژدہ دیجئے واللہ المعین وبہ نستعین۔

لطیفہ یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ، مُلّاجی تو ردِ احادیث و جرحِ ثقات و قدحِ صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راج میں انھیں مکابروں کی دیواریں چُنی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ حضرت کے گُلِ سرسبد کو گل تہ گلخن بنا چھوڑے گی لہذا بنامِ حیا سے تیغ ادا نکالی اور احادیثِ صحاح میں بکمیں مضمون فریقا تکذبون و فریقا تقتلون کی یوں بنا ڈالی[ف] حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دو راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمٰن بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمٰن بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق یتشیع ولہ افراد۔

اقول اوّلاً وہی مُلّاجی کی قدیمی سفاہت تشیع و رفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً صحیحین سے وہی پُرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاذ اور مسلم وغیرہ کا اُستاذ الاستاذ۔

ثالثاً مُلّاجی! تم نے تو علمِ حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحبِ افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، تشیع و صاحبِ افراد ہونا تو اصلاً موجبِ ضعف نہیں، صحیحین دیکھئے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع[1] موجود ہیں اور لہ[2] افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت لہ اوہام یہم، ربما وھم، یخطئ، یخطئ کثیرا، کثیر الخطاء، کثیر الغلط وغیرہا والے ذکر کر آئے، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنے اور اس کے متعلقات کی

---

[1] مثل ابانؔ بن یزید العطار، یزیدؔ بن ابی انیسۃ، عبدالرحمٰنؔ بن غزوان وغیرہم ۱۲ منہ (م)

[2] جن میں تیس۳۰ سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہوئے ۱۲ منہ (م)

ف معیار الحق ص۳۸۲

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ اَلہاد[۱۳] الکاف فی[ھ] حکم الضعاف[۱۳] میں مطالعہ کیجئے اور سردست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجۂ ثامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجۂ عاشرہ میں ہے خود[عہ] بعض ضعفا رجال شیخین میں اگرچہ متابعۃً یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نامتروک ہونا واضح۔

عہ مثل اُسید بن زید، اَسباط ابو الیسع، عبد الکریم بن ابی المخارق، والاشعث بن سوار، زمعة بن صالح، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبد الرحمٰن مولی بنی زهرة، احمد بن یزید الحرانی، اُبی بن عباس وغیرهم، قال فی التقریب فی الخمسة الاول: ضعیف، والسادس لیس بالقوی، والسابع مجهول، والثامن ضعفه ابو حاتم، والتاسع فیه ضعف۔ وعبد الکریم، علم له المزی فی التهذیب خت، وتبعه فی المیزان، فقال: اخرج له خ تعلیقا، و م متابعة۔ وکذا تابعه الحافظ فی رموز التقریب، ثم نبه ان الصواب خ، حیث ذکر ماله فی الجامع الصحیح، ثم قال: هذا موصول ولیس معلقا۔ وقال فی الرفاعی: ذکره ابن عدی فی شیوخ البخاری، وجزم الخطیب بان البخاری روی عنه؛ لکن قد قال البخاری: رأیتهم مجمعین علی ضعفه[۱]۔ اھ قلت: المثبت اثبت، فلذا

مثلاً (۱) اُسید (۲) اسباط (۳) عبد الکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبد الرحمٰن (۸) احمد (۹) اُبَی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مجہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔

عبد الکریم کے لیے مزی نے تہذیب میں "خت" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلیق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعۃً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("خت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے تو عبد الکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے، پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلیق کے طور پر۔ (اس لیے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہئے کیونکہ "ت" تعلیق کی علامت ہے)

(محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے

---

[۱] تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۶۴۲۱ محمد بن یزید دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۴۷/۱۴۸ (باقی اگلے صفحہ پر)

رابعًا یہ سب کلام ملاجی کی غیبی بول عیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھیے تو پھر حسب عادت جو رواۃِ حدیث بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمٰن۔ اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہٰذا وہاں بس نہ چلا سلیمٰن کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمٰن بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود، ملاجی! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے، سچے ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب رجم بالغیب پر ایمان قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین حق طلبان و حق نیوشں کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ ہے بخاری مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام اعمش ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطرقِ حفص بن غیاث و ابی معٰویۃ و جریر کلھم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داؤد عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سن چکے۔ پنجم نسائی کتاب الصلاۃ میں ہے، اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیٰن نا الاعمش عن عمارۃ[1] الخ۔ ششم نسائی مناسک باب الوقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علمنا علیہ خ، واخرناھا عن لمکان تردد الحافظ۔ والانصاف ان فلیحا وعبادا وامثالھما ایضا ضعفاء، والعذر ما افادہ الامام ابن الصلاح وتبعہ النووی وغیرہ فارجع واعرف۔ واللہ تعالٰی اعلم (م)

کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت لگائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لیے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے ("م" سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلیح، عباد اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی الجمع بین المغرب والعشاء الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معٰویۃ عن الاعمش عن عمارۃ[1] الخ۔ 20
ہفتم سنن ابی داؤد حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن زیاد و اباعوانۃ و ابامعٰویۃ حدثوھم 20
عن الاعمش عن عمارۃ[2]۔ ہشتم امام طحاوی حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والفریابی قالا ثنا سفیٰن عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر[3] الخ۔ یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلہ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیم روز سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیمٰن ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں بند نہ کردیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک ہی سلیمٰن نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا، سلیمٰن بن مہران الاعمش ثقۃ حافظ عارف بالقراٰت ورع[4] (سلیمٰن ابن مہران اعمش، ثقہ ہے، حافظ ہے، قراءۃ کو جاننے والا ہے، متقی ہے۔ ت) جن حضرات کا جوشِ تمیز اس حد تک پہنچا ہوا ُن سے کیا کہا جائے کہ ان سلیمٰن سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنھیں التزام تھا کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر نادافقوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اُسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا، اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بیدھڑک حکم لگا دیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے، مُلاجی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی صحابہ کرام میں عبداللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلہ خمسہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللّٰہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم، پھر رواۃ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبد اللّٰہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں، محمدین کا شمار کون کرسکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا وعلٰی ہذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنھیں ادنٰی ادنٰی خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ مُلاجی! یہ

---

[1] سُنن النسائی الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۲/۴۶

[2] سنن ابی داؤد باب الصلوٰۃ بجمع آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۶۷

[3] شرح معانی الآثار الجمع بین الصلوٰتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[4] تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۲۶۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۹۲

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے مُخلص تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو اُن سے اور انھیں شعبہ سے اکثار روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسبِ خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ اُنھوں نے حسبِ عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق و لاحق بیانوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

طریق شعبۃ : (۱) کتاب الافتتاح باب التطبیق اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ عن سلیمٰن الخ۔[1]

(۲) کتاب الطہارۃ باب النضح اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[2]

(۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر اخبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[3]

(۴) کتاب الامامۃ الجماعۃ اذا کانوا اثنین اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[4]

(۵) کتاب السہو باب التحری اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔[5]

(تصریح اسمعیل سوے مامر)

(۶) کتاب الامامۃ الرخصۃ للامام فی التطویل اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔[6]

---

[1] النسائی باب التطبیق مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۱۲۳
[2] ” باب النضح ” ” ” ۱/۱۹
[3] ” الرخصۃ فی الصلوٰۃ بعد العصر ” ” ” ۱/۶۷
[4] ” الجماعۃ اذا کانوا اثنین ” ” ” ۱/۹۷
[5] ” باب التحری ” ” ” ۱/۱۴۶
[6] ” الرخصۃ للامام فی التطویل ” ” ” ۱/۹۴

(۷) کتاب قیام اللیل باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[۱] الخ۔

(۸) کتاب الزکوٰۃ عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث[۲] الخ۔

(۹) المزارعۃ احادیث النھی عن کری الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[۳] الخ۔

(۱۰) القسامۃ والقود باب عقل الاصابع اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث[۴] الخ۔

(تصریح النسائی)

(۱۱) کتاب الحیض مضاجعۃ الحیض فی ثیاب حیضتھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد ھو ابن الحارث[۵] الخ۔

(۱۲) قبیل کتاب الجمعۃ باب اذا قیل للرجل ھل صلیت اخبرنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قالا حدثنا خالد ھو ابن الحارث[۶] الخ۔

(۱۳) کتاب الصیام التقدم قبل شھر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد و ھو ابن الحارث[۷]۔

(۱۴) المزارعۃ من الاحادیث المذکورۃ اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد و ھو ابن الحارث[۸]۔

(۱۵) کتاب الاشربۃ الترخیص فی انتباذ البسر اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد یعنی ابن الحارث[۹] الخ۔

کیوں ملّا جی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھپکاؤ، وہ تو خدا نے خیر کی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نرا اسمعیل ہوتا تو ملّا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنّت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل علوی موجود،

---

[۱] سنن النسائی	باب وقت رکعتی الفجر	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۱/۲۰۶
[۲] 〃 〃	عطیۃ المرأۃ الخ	〃 〃 〃	۱/۲۸۹
[۳] سنن النسائی	الثالث من الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق	〃 〃 〃	۲/۱۴۳
[۴] سنن النسائی	باب عقل الاصابع	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۲/۲۴۷
[۵] سنن النسائی	مضاجعۃ الحیض الخ	〃 〃 〃	۱/۴۳
[۶] 〃 〃	باب اذا قیل للرجل الخ	〃 〃 〃	۱/۱۶۰
[۷] 〃 〃	التقدم قبل شھر رمضان	〃 〃 〃	۱/۲۴۹
[۸] 〃 〃	المزارعۃ من الاحادیث مذکورۃ	〃 〃 〃	۲/۱۴۶
[۹] 〃 〃	الترخیص فی انتباذ البسر الخ	〃 مطبع سلفیہ لاہور	۲/۳۲۱

مُلّاجی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علمِ حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفات، اگر دیدہ و دانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق و تلمیع باطل و تلبیس عامی و اغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدارا خدا و رسول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ مُنہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے، حدیث کے متون و شروح و اصول و رجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرطِ صحت ایمان و حسنِ نیت واللہ الہادی لقلب اخبت۔

الحمد للہ مہرِ حق متجلی ہوا اور آفتابِ صواب منجلی، جن جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہوا کہ اُن میں ایک حرف مثبت مقال نہیں مذہب حنفی اثبات صوری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتادیا تھا، روشن ہوا کہ قرآن و حدیث اُسی کے موافق دلائل ساطعہ اُسی پر ناطق جن میں رد و انکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہ تعالیٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجملہ کہنہ مشغلہ ادعائے عمل بالحدیث کا اُشغلا اُس کا بھرم بھی من مانتا کھلا کہ بھاسے غرض ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام، پُرانے پُرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ائمہ کو مطعون بتائیں، بخاری و مسلم پس پشت ڈالیں، اُن کے رواۃ و اسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں بیچ، امام مالک و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑ اُس کا دامن تھام، یہ بڑا پیشوا وہ ہماری امام، اُن میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا بس خضر مل گئے غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دُھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اُسی سے حنفیہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبار و رہبان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہواب تو حکمت ہے۔ مسلمانو! حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائیے سنبھالیے، فریب میں نہ آنا یہ زہر در جام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بر دام ہیں بے مہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہِ ہُدیٰ ہے راہِ ہُدیٰ کا والی خدا ہے، للہ الحمد ولی الهدایة منه البدایة والیه النهایة۔

خلاصۃ الکلام وحسن الختام الحمد للہ سخن اپنے ذروۂ اقصیٰ کو پہنچا اب ملخص کلام و حاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے:

اوّلاً جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ و حجاب اور اُس کا انکار انکارِ آفتاب ۔

ثانیاً کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعائے قطعی ثبوت محض نسج العنکبوت ۔

ثالثاً جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیساکہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعاف و مناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوسِ اثبات مہمل و مختل ۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اُسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس ۔

خامساً نماز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اور اظہر ضروریاتِ دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچّہ جانتا ہے یوہیں اوقاتِ خمسہ غایت شہرت و استفاضہ پر بالغ حد تواتر ہیں اگر حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقاتِ مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوۂ تبوک میں ہزارہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہِ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرت رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہہ یہی جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلا نہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظرِ انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف توفر دواعی نقل آحاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ توفر مہجور اور بالفرض کوئی روایتِ مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دُور ۔

سادساً نمازوں کے لیے تعین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیثِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانیے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیے جیسے عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل ۔

سابعاً بالفرض اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابل سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاظر و مبیح مجتمع ہوں تو حاظر مقدم ہے ۔

ثامناً جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ وفعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرجح تو مجموع قول وفعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ۔

تاسعاً افقہیت راوی اور مرجح منع ہے کہ ابن عمر وانس میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبداللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمسکوا بعھد ابن ام عبد[1] (ابن ام عبد کی باتوں سے تمسک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نوٹ: اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعھد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد)

مرقاۃ میں ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت وقول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں[2]۔

یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنہیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ سرِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد[3]۔ رواہ البخاری والترمذی والنسائی۔

بیشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کنیف ملئ علماً[4] (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی)

نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لامتی ما رضی لہا

---

[1] جامع الترمذی مناقب عبداللہ بن مسعود مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۲۱

[2] مرقات المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۰۹

[3] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۷۴

جامع الترمذی، مناقب عبداللہ بن مسعود امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۲۲

ف: مشکوٰۃ میں بعینہٖ یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں: کان اقرب الناس ھدیا ودلا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما اعلم احداً اقرب سمتا وھدیا ودلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔ ۳/ ۲۵۹

[4] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ عبداللہ بن مسعود (مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ

[5] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت) ۳/ ۳۱۷

ابن ام عُبد (میں نے اپنی اُمت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) رواہ الحاکم بسند صحیح۔

لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

هو عند ائمتنا افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة۔[2]

ہمارے ائمہ کے نزدیک ابن مسعود خلفاءِ اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)

عاشراً اگر بالفرض براہینِ منع و ادلۂ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عنداللہ جمع درست بھی ہُوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاقاً اُس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عنداللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے ادا ہی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولٰی اور دوسری جانب حرام و گناہِ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے، یہاں جو ملاجی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلۂ جمع میں مانعین کا دعوٰی بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اُن کا خلاف ہے اختلاف نہیں اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سیکڑوں اعمال باطل ہوجائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے، ان جھُوٹی بالاخوانیوں سینہ زوری کی لن ترانیوں کا کچا چٹھا بعونہٖ تعالٰی سب کھُل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یوہیں تو آفتاب پر خاک اُڑا کر اندھوں کو سُجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم و احادیثِ رسول کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اُن قاہر دلیلوں کو جنہیں سُن کر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بناؤ اور عمل بالحدیث و دین و دیانت کا نام لیتے نہ شرماؤ وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔[3]

آدمیاں کم شدند ملک گرفت اجتہاد

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظرِ احقاق حق لکھے۔ مولٰی تعالٰی عزّوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے

عه یعنی نصوص منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کرکے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

---

[1] المستدرك کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ٣ / ٣١٧

[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح باب جامع المناقب الفصل الاول عن عبداللہ بن عمر مطبوعہ امدادیہ ملتان ١١ / ٤٠٩

[3] معیار الحق ص ٤١٥

شرِ حُسّاد و شامتِ ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہِ ثبات و استقامت مقلدین کرام بنائے، یہ امید تو ان شاء اللہ تعالیٰ القریب المجیب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ حنفیت کو ہدایت ملنے عنادِ حنفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں اُنھیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریف تعصب مکابرے تحکم کا کیا علاج ہے سوا اس کے کہ شرِ شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون ۝ وصلی اللہ تعالے علی الھادی الامین الامان المامون محمد و اٰلہ وصحبہ الکرام والذین ھم بھدیھم یھتدون الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجالہ پانزدہم ماہ رجب مرجب ١٣١٣ھ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ١٣١٣ھ نام ہوا ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔